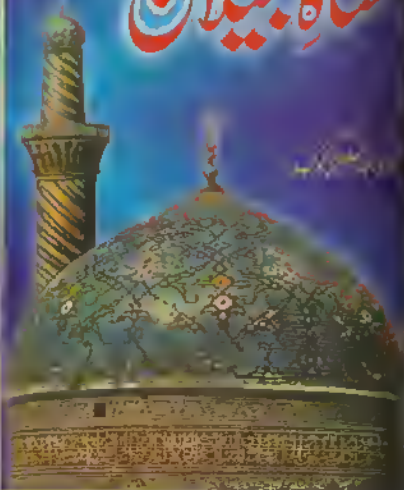


شاہ جیلان



مدیر اعلیٰ مہاشامہ ماء الطیبہ سمیرا کونٹ

... الحاج ابراهيم محمد ضياء اللہ قادری اشرفی

کی سہولتوں کے ساتھ

دانش

تقوا

عقل

عشق

ایمان

خدا

مهر

نور

ساز

آرام

خواب

سودا

بازار

کافه

کتاب

موسیقی

سفر

تفریح

استراحت

کار

مدرسه

بیمارستان

موزه

باغ

پارک

خیابان

بازار

کافه

کتاب

موسیقی

سفر

تفریح

استراحت

کار

مدرسه

بیمارستان

موزه

باغ

پارک

خیابان

سرکار غوث ہمدانی محبوبِ بھائی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کی شخصیت سوانح اور خدمات پر ایک مختصر مگر جامع تبصرہ

شاہِ جیلان

تالیف
قاضی عبدالرشیدی کوکب

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۔ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

فہرست مضامین

| | |
|----|----------------------|
| 5 | پیشہ ہنر |
| 7 | تہذیب |
| 17 | علاقہ جیالان |
| 28 | تعلیم و تہذیب |
| 33 | شوق و عبادات |
| 43 | الزواج و اولاد |
| 45 | عقیدہ زندگی |
| 51 | ملکی خدمات |
| 54 | انجمنی نوکری |
| 56 | رہائی زندگی |
| 63 | تعلیمی زندگی |
| 77 | آپ کے کام پر ایک نظر |
| 78 | نورثہ اعظم |

| | |
|----------|----------------------------------|
| نام کتاب | شیخ جیلان |
| محقق | قاضی عبدالغنی کوکب |
| اشاعت | اکتوبر 2003ء |
| تعداد | ایک ہزار |
| ناشر | ضیاء القرآن پبلی کیشنز ملانہ پور |
| کپیڈ کڈ | 12249 |
| قیمت | 21/- روپے |

ملنے کے سچے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

دانا نادر باہر روڈ، لاہور۔ 7221953 فکس: 042-7238010

9۔ انگرہ کم، روکیٹ، وارڈو بازار، ملانہ پور۔ 7226085-7247350

14۔ انڈیا سٹریٹ، وارڈو بازار، کراچی

فون: 021-2210211-2630411۔ فکس: 021-2210212

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.zlaulquran.com

بخشور سرکار غوثیت مآب

مسلم اس پھول پر جو کہ کھلا جیلاں کے گلشن میں
 مسطر ہو گیا جس سے گلستانِ مسلمان
 حقیقہ علم ظاہر تھے، حریم سرِ باطن تھے
 تعجب نیز ہے ان کی ہمہ گیری ہمہ دانی
 وہ جن کی اور ہندی بھاگئی چشمِ مشیت کو
 ہوئی جن کے سپرد دیوانِ ملت کی نگہبانی
 جہاں والوں کو پھر دینِ خدا کی یاد دلوانی
 دلوں میں پھر اجاگر کر دیئے انوارِ یزدانی
 سلام اے پیرِ جیلانی! سلام اے غوثِ صدیقی
 سلام اے سرِ وحدت، آیہ حق، نور ربانی
 قاضی عبدالنبی کوکب

عرضِ ناشر

غوثِ صدیقی، نقشب ربانی، محبوب سبزی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی
 ذاتِ ستورہ مقامات کی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی شخصیت، حالات
 و کارہائے نمایاں اور فضائل و کمالات پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور انشاء اللہ
 ہر چہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ مگر نظرِ کتاب، ہمارے زمانے کے نامور محقق
 اور صاحبِ اسلوب ادیب حضرت علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ کی
 دستِ فکر کا شاہکار ہے۔ اس خاکسار کو زمانہ طالبِ علمی میں قاضی صاحب کی
 تقریریں سننے کا موقع میسر آیا اور ان کی تحریروں سے استفادہ کا شرف، بھی
 حاصل ہوا۔ ان کی شخصیت، تبحرِ علمی اور خلوص کا ایک گہرا نقش آج تک قلوب
 و ذہن پر سرخس ہے۔

”ماہنامہ فیاضِ حرم“ لاہور کا اجراء ہوا تو حضرت قاضی صاحب اس کے
 ”مقتلِ قلمی“ معاونین میں شامل تھے۔ حضرت قبلہ مرشدی فیاضِ الامت پیر محمد
 ام شاہ صاحب الانذہری رحمۃ اللہ علیہ قاضی صاحب کی تحریر و ان کی غیبت
 کے بہت معترف اور قدردان تھے اور انہوں نے عمر بھر قاضی صاحب سے ایک
 گہرا تعلق استوار رکھا۔ یوں ہمارے لئے بھی ان کی ذاتِ محبت کا مزید معتبر حوالہ
 ان گئی۔ چہرہ سالہ اگرچہ بہت طویل نہیں لیکن مصنف کے مخصوص اسلوب نے
 اسے بڑی جامعیت بخش دی ہے اور ان رسالے میں آپ کو سیدنا غوثِ اعظم
 رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے نادر نکات ملیں گے جو بہت سی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی
 کے بعد بھی بمشکل حاصل ہوتے ہیں۔

طالب دعا

محمد حنیف البرکات شاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

(نواسی عید المصطفیٰ کا نام لیا ہے)

مائیں مسلمان دنیا کی خوش قسمت ترین قوم ہے جس کے چہرہ سبز سہاگہ ماضی میں جاہا عظمت کے روشن ستارہ شد و ہدایت اور حکمت و دانش کا نور نکھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن شاید یہ بھی حقیقت ہے کہ آج دنیا میں یہ واحد ایسی قوم ہے جو اپنے ماضی سے آشنا ہے، جس کا اپنی تاریخ سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے، جو اپنے عظیم اور نبیل اسلاف کے کارناموں اور ان کی خدمات سے بے بہرہ ہے۔ ان اسلاف میں اگرچہ عظیم فاتح، مثالی حکمران، عظیم فلسفی و دانشور، بلند پایہ تاریخ دان اور سائنسی علوم کے ادریں بھی شامل ہیں اور ایسے عالم و سونی بھی اس ملت کی تاریخ کا حصہ ہیں جن کے روشن کردہ علم و حکمت اور بصیرت و معرفت کے چراغ صدیوں سے انسانی ترقی کی راہی اور رہنمائی کرتے چلے آئے ہیں، لیکن ہم نے کسی کو بھی تو کما حقہ یاد نہیں کیا۔ البتہ اتنے ضرور ہے کہ ساری کی ساری طرزیوں کے بارہ بود اور اغیار کی لاکھوں راہوں کے بعد بھی جن عبرتی انسانوں کے نام تاریخ کے اوراق میں دب نہیں گئے، ہم نے انہیں بھی بطور تحریر یاد رکھ لیا۔ انہی عظیم شخصیتوں میں سے ایک نام شاہجہان "سیدنا فتح عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی ذات گرامی کا بھی ہے جنہیں قوم و سواہ اعظم "غوث الاعظم" کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

سیدنا فتح عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی تصنیف (Casplan) کے جوہر میں ان کے متعلق جیلانی کی بستی غیب میں پیدا ہوئے اور آپ کا زمانہ حیات 470ھ / 1077ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلٰی اِبْرٰهیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهیمَ

اِنَّكَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ

اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی

اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی

اِبْرٰهیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهیمَ

اِنَّكَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ

561ھ ہجری / 1168ء پر مشتمل ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں یہ زمانہ اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ اسے لکھنا ہی ایک عظیم شہر ہے۔ اسلام جب عرب کی سر زمین سے باہر پھیلا تو شروع ہوا تو تین چار سو برس تک مسلم فاتحین کے گھوڑے مسلسل دوڑتے آتے رہے اور دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ دنیا کی اکثر فوجیں فتوحات کے اس لادانی سلسلے سے اس قدر مجبور ہو رہیں کہ ابتدائی کھستوں کے بعد کوئی بھی قوم و دار و مدار کی ہر آفت نہ کر سکی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابتدائی فتوحات کے دور میں مفتوحہ علاقوں میں انتظامی اور تمدنی ڈھانچوں کو جوں کو توں رہنے دیا گیا۔ اخلاق کے اسی معیار پیش کرنے کی وجہ سے بھی مسلمان فاتح مفتوح قوموں کو گوارا معلوم ہو رہا ہے۔ مگر پھر آہستہ آہستہ حسب اسلامی فکر و فلسفہ کے مظاہر تہذیب و تمدن کے قہم گوشوں پر حاوی ہوتے چلے گئے اور مفتوحہ علاقوں کی اقوام اس نئے فکر کو قبول کرنے لگیں کیونکہ یہ صداقت اور پاکیزگی کی وہ آواز تھی جسے فطرت انسانی و اہل انوار میں قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ دنیا میں عیسائیت کے چھپائے ہوئے معروف نظریے "انسان پیدا انسانی طور پر مجنوں ہوا ہے" کے برعکس اسلام نے انسان کو اشراف المخلوقات کا بلند مقام بخشا۔ ہر انسان کو اپنے اعمال کی بنا پر بلند سے بلند مقام تک پہنچانے والا قرار دیا۔ نسب اور نسلی کی برتری کے نظریے کو باطل ٹھہرایا۔ اقلیتوں کے ساتھ حسن سلوک کا مثالی مظاہر ہونے کے دل موہ لینے کا باعث بنا۔ عجمی دور کی پانچ صدیوں میں علم و دانش کے ہر گوشے میں شاندار اضافے ہوئے اور سامانی کی دنیا میں حضرت غوث الاعظم سے ایک صدی پہلے کے دور میں ہی اقصیٰ (۹۱۵-۹۶۵ء) افریقی (۹۵۳-۹۷۳ء) و اسی (۹۷۳-۱۰۱۳ء) بدیع الزماں اہلبدری (۱۰۰۷-۱۰۴۷ء) ابن حزم (۹۷۶-۱۰۲۳ء) عمری (۱۰۲۳-۱۰۴۳ء) لیبیری (۱۰۲۳-۱۰۴۳ء) ابوالفتح ویرانیم ابن عقیل ابوبکر علی (۱۰۲۹-۱۰۷۹ء)

۱۰۸۰ء) ابوالنور ہروی (۱۰۱۳-۱۰۸۰ء) ابن زہر (۱۰۱۹-۱۰۳۸ء) یوحنا سینا (۹۷۹-۱۰۳۷ء) امام غزالی (۱۰۵۸-۱۱۱۱ء) سید ابو الحسن علی بننا حنین انوری (دوایح بخاری) (۱۰۰۹-۱۰۷۰ء) ایسے نامور روزگار انسان جلوہ افروز ہوئے جن کے کارنامے علم و دانش کے دریا میں ہمیشہ جھلکاتے رہیں گے۔ ان بزرگوں نے اسلامی عقائد اور جدید فلسفہ و دانش میں ہم آہنگی کی نئی راہیں تلاش کیں۔

چنانچہ بااثر علم و حکمت اور تہذیب و تمدن کی ہر شاخ میں مسلمانوں کی برتری نے بار بار طبع و مردم خراساں اور یورپ کے دیگر عیسائی حکمرانوں میں سخت مایوسی پیدا کر دی۔ انہیں میدان جنگ میں شکست ہو ہی چکی تھی اب علم اور تہذیب کے میدان میں بھی انہیں اپنی شکست و ریخت کھل ہوئی فکر آ رہی تھی۔ چنانچہ گیارہویں صدی کے نصف آخر میں یورپ کے ان عیسائی حکمرانوں نے اسلام کے خلاف بے سرو پا چڑھ پڑنے لگے کہ زبردست ہم شر و ہم شر کو روک دیا جائے یا نہ ہو ان پر عیسائی اقوام کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کرنا شروع کر دیا اور بااثر عیسائیوں کی طرف سے ۱۰۹۶ء میں صلیبی جنگوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔ صلیبی جنگوں کے تذکرے کی یہاں مختصر گفتگو نہیں۔ ہم سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس دور میں صلیبی جنگوں کے پس منظر میں پیچھے اسلام کے خلاف عیسائیوں کے غلبہ پسندیوں نے نہایت مظہر حریصانے سے جوہرے پراپنٹے کی مہم چلائی۔ غلامان من مہجرت بائیں اسلام کے ساتھ منسوب کرتے رہے۔ گویا علم و حکمت کے میدان میں مسلمانوں کو شکست دینے کی یہ ایک بھرپور سازش تھی۔ چنانچہ یہی دور رہا جس میں امام غزالی جیسے فیلسوف نے دور میں بے یقینیوں اور عیسائیوں کی اس فکری بلبلا کو پوری جرأت و ہمت سے لپکا کر دیا اور اہل اسلام کے ذہنوں کو غیر اسلامی فکر سے متاثر ہونے سے محفوظ کر لیا۔

اسی دور میں ہمیں جناب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا نام کرتے نظر میں۔ جناب شیخ جیلانی اسلامی عقائد کو لوگوں کے ذہن میں رائج کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ اگرچہ آپ کے بعض خطبات میں اس طرح کا انداز کہیں نہیں نظر آتا ہے جس سے اشارہ ملے کہ آپ خطبوں کو متوجہ کر رہے ہیں۔

”اے سر اعلیٰ بزرگ طہر چادر اس محمدی کی باتیں بھی سن لو۔“

لیکن زیادہ تر آپ کی مساعی عامۃ الناس کو اسلامی معتقدات پر مستحکم کرنے کے لئے وقف رہیں۔ توحید و اسلام کی صداقت و حقیقت، تصوف و روحانیت، اجراع طاعت اور اجراع صیغہ، تقویٰ اور تزکیہ ایسے موضوعات پر آپ کے وعظ ہوئے۔ آپ کا انداز و لہجہ ہوتا اور قلب و جلال پر اثر انداز ہوتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ معتقدات کی درستگی کے ساتھ اختلاف کی پاکیزگی اور بلند نگاہی کے اوصاف پیدا کرنے بھی آپ م مطلوب تھے۔ آپ کے مواعظ حدت اور طوطا طاعت کے مجموعہ سے چند اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں کیونکہ جو مضمون اللہ کے اس برگزیدہ بندے کی زبان سے نکلا ہے اس کے ساتھ باطنی اثر انگیزی کی ایک طاقت موجود ہے جو پڑھنے والوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی اور ان موتیوں کی چمک سے دل کا نور بڑھتا ہے اور ضرور بڑھتا ہے۔

اللہ کے ہو جائو

”گو کہ اللہ کے ہو جائو جیسے نیک بندے اس کے ہو گئے تھے۔ وہ

جہاد ہو جائے گا، جیسے ان کا ہو گیا تھا۔ آخر تم چاہتے ہو کہ حق تعالیٰ تمہارا ہو جائے تو اس کی اطاعت کرو۔ اس کے لئے صبر کرو اور سادے معاملات میں راضی رہو۔ بزرگوں نے (دنیا کا) بیچ ترک کر دیا تھا اور (جو کچھ لیا تھا) تقویٰ پر بیہنگاری کے

ہاتھوں لیا۔ پھر انہوں نے آخرت طلب کی اور اس کی خاطر عمل کئے۔ اپنے نفس کا کباب مال اور پروردگار کے حکم پر چلنے رہے۔ پہلے اپنی اصلاح کی پھر دوسروں کو نصیحت کی۔“ (فتح ربانی۔ پہلی مجلس)

دین کی برادری کیونکر

”گو کہ (جو) جہاد دین چاہیں چیزوں کی وجہ سے بڑا ہو جاتا ہے۔ اول علم پر عمل نہ کرنا۔ دوم لا علمی سے عمل کرنا۔ سوم جہات معلوم جن میں اس کو سمجھنے سے گریز کرتا اور چاہتا رہتا۔ چہارم دوسروں کو علم حاصل کرنے سے روکنا۔“

آداب مجلس و ذکر

”گو کہ واجب تذکر کی مجلس میں آتے ہو تو تفریح کے لئے آتے ہو، علاج کے لئے نہیں آتے۔ دعا کے وعظ پر اعتراض کرتے ہو اور اس کی اعتراضوں اور غلطیوں کو یاد رکھ کر لائق کرتے ہو۔ ہنسنے اور تفریح کرتے ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے سروں کی بازی لگاتے ہو۔ ان باتوں پر اللہ سے توبہ کرو۔ اللہ کے دشمنوں کی صورت نہ بناؤ۔ جو کچھ سنو اس سے ناکہ داناؤ۔“ (فتح ربانی۔ چوتھی مجلس)

نفس کی زنجیر

”اے افسوس حیرا! نفس تنہا کی امید و بیم میں گرفتار ہے۔ اس کے پاؤں سے اٹھ چیزوں کو بچال دے تاکہ وہ اپنے پروردگار کی اطاعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس کے سامنے مطمئن رہے۔“

دینا، اس کی خواہشوں، غور توں اور دنیا کی ہر چیز سے نفیس کو دور رکھ۔ مگر ان میں سے کوئی چیز تیری قسمت میں ہے تو بے ارادہ اور بے طلب تیرے پاس خود بخود آجائے گی اور میرا نام خدا کے یہاں ڈاؤن ہو گا۔ وہ تجھے عزت کی نظر سے دیکھے گا اور مقوم بھی ہاتھ سے نہ جائے گا۔ تو جب تک اپنی طاقت اور اپنی چیزوں پر بھروسہ رکھے گا، عزت غیب سے کچھ نہ ملے گا۔ اے اللہ! ہم اپنی چیزوں پر بھروسہ رکھتے، جو کہ خواہشوں اور عادتوں میں پڑے رہتے ہیں تیری پناہ چاہتے ہیں۔ ہم تمام حالتوں میں برائی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت میں نیکی دے اور ہم کو روزِ عروج سے بچا۔“ (پیشوین مجلس)

تکبر نہ کرو

”اللہ تعالیٰ اور خلق سے تکبر کرنا چھوڑ دے۔ یہ ان تکبروں کی عادت ہے جن کو اللہ تعالیٰ اون سے منہ جہنم میں ڈالے گا۔ تیرا خدا سے ناراض ہونا تکبر ہی تو ہے۔ جب مولوں اذان دے اور تو تہاز کے لئے نہ اٹھے تو یہ بھی خدا سے تکبر ہے۔ جب تو نے مخلوق خدا میں سے کسی پر ظلم کیا تو یہ بھی تکبر کیا۔ خدا سے تو یہ کہ او، منوں سے کہ۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی سب سے کمزور مخلوق کے ذریعہ تجھے ہلاک کر دے۔ جیسے نمرود وغیرہ بادشاہوں کو خود کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ عزت کے بعد ان کو دولت دی اور دولت کے بعد غلٹی۔ عیش و عشرت کے بعد سزا

دی اور زندگی جتنے کے بعد مردہ بنادیا۔“ (پیشوین مجلس)

ظلم نہ کریں

”اپنے اوپر ظلم کر، نہ دوسرے پر کیا کہ ظلم دنیا و آخرت کی جہنم کی ہے۔ ظلم لوگوں کو جبریک، بچے اور ناسخ اعمال کو سیاہ کر دیتا ہے۔ نہ تو ظلم کی مدد کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ کاوشا رہا ہے: ”قیامت کے دن آواز دینے والا آواز دے گا: ظلم کرنے والے کہاں ہیں؟ وہ کہاں ہے جس نے غلوں کا ظلم بنایا؟ وہ کہاں ہے جس نے لوگوں کے لئے سیاہی بنائی؟ ان سب کو جی کر کے آگ کے جہنم میں رکھ دو۔“ (پیشوین مجلس)

نفیس کے ارادے

”نفیس کے ارادے دو قسم کے ہوتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک ارادہ ماسوا اللہ کے لئے اور دوسرا ارادہ حق تعالیٰ کے لئے۔ یہ دونوں آپس میں صلح اور جنگ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ (عرصے) چالیس برس کا دے دے جاتے ہیں (دونوں میں سے کسی ایک کی فتح ہو جاتی ہے)۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ ”ہنس کی عمر چالیس سال ہو گئی اور اس کی بھلائی اس کی برائی پر غالب نہ آسکی پس وہ جہنم کی تیاری کر لے۔“ (یعنی خیر و شر کی اس جنگ میں شر خیر پر غالب آیا اب اصلاح ممکن نہیں)۔ (یہ اسی اصل کی طرف اشارہ ہے کہ اصلاح کا زمانہ چالیس سال تک ہے)۔ (الفتح الرانی۔ حصہ ثلث، ص ۱۸)

جناب غوث الاعظم کے فرمودات میں ایک اور بات جو بطور حق نظر آتی ہے اس کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ، دنیا کے مقابلے میں آخرت کی فکر کرنا، لذتوں کو ترک کرنا، مقام، ذاتیت، تکبر سے بچنے کی تلقین، نفس کے لہروں سے آگاہی (خیر و شر کی جنگ) ایسے موضوعات آپ کی تقریر یا ہر مجلس واعظ میں اور اکثر مباحثات میں زیر بحث آئے ہیں اور انہی موضوعات پر مختلف عقائد کے تحت تفسیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حرمی اعتبار سے مسلمان بہت حرق کر چکے تھے۔ دنیوی علوم کی سمرات تک پہنچ گئے تھے اور معاشرے میں محض دنیوی ترقی ہی کو مقصد دیکھنے کا رجحان فروغ پر تھا۔ اس لئے اس معاشرے میں استدلال پیدا کرنے کے لئے عوام و خواص کو روحانیت کی طرف متوجہ کرنے کی اشد ضرورت تھی کیونکہ صرف اسی صورت میں اسلام کی روح زندهہ و سکتا تھی اور آج ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ فریضہ نہ صرف آپ نے اپنے دور میں کس ضمن و فوہ میں سے انجام دیا بلکہ اپنے پیچھے قادری بزرگوں کا ایک ایسا سلسلہ چھوڑا جو آج تک انہی خداوندی کامیاب رہا ہے۔

انہوں اس بات پر ہے کہ ہمارے اندر دایک گروہ یا بنیاد ہو گیا ہے جو ایک مدت سے اصلاح کے نام پر اسلام کے عظیم کاربائی کے خلاف ہم آوازے ہو رہے ہیں (یادداشت) طور پر قوم کا ماضی سے رشتہ منقطع کرنے کے درپے ہے اور بزرگوں کے ماتھے جذباتی دامن سے کھینچ کر اسے عامہ الناس کے اسلام سے قریب آنے کے اس راستے کو یہ گروہ بند کرنے کا سرکب ہو رہا ہے۔ بہر حال ہمیں متاثراتی اور اشتیاقی بحثوں سے گریز کرتے ہوئے اپنے اسلاف کی زندگیوں کو قریب سے دیکھنا چاہئے۔ ان کی زندگی کے آغاز ان کے شب و روز کے مشغل، حصول علم کی لگن، اسلام سے والہانہ نگاہ،

کے تبلیغ کے انداز، ان کی روحانی زندگی، ان کے ہاں خداست خلق کا جذبہ اور ان کے انکار و خیالات سے آگاہی حاصل کرنی چاہئے اور ان کی کامیاب زندگیوں کے نقش و اسنے لئے مشغل راہ ہانا چاہئے۔ حضرت غوث صمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کے دن تمام پہلوؤں پر ضروری مہلوات اس مختصر کتاب میں نہایت مہارت کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں اور حضرت شیخ جیلانی کی زندگی پر اردو زبان میں اس قدر جامع (مگر مختصر) کوئی دوسری کتاب موجود نہیں اور جیسا کہ قبل ازیں اعظم پاکستان علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نے اسی کتاب پر اپنی تقریر میں بابتہ "انشاء اللہ عشاقی جناب غوث اس میں وہ چیزیں پائیں گے جن سے بعض بڑی لیا بھی خالی ہیں۔" یہ حقیقت آج تیرہ برس بعد سے انڈیشن کی اشاعت کے موقعہ بھی بدستور قائم ہے بلکہ نئے اضافات نے کتاب کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔

جن احباب کے ہاتھوں تک یہ کتاب پہنچے ان کو چاہئے کہ وہ اسے اپنے دوسرے دوستوں اور عزیزوں خصوصاً جوانوں تک ضرور پہنچائیں۔

عبدالمصطفیٰ کاشمیر لاہور

۳۰ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

۲۶ مئی ۱۹۷۱ء

والدہ نہایت تشفیہ اور طاہرہ خاتون تھیں۔ ان کا تعلق حسینی خاندان سے تھا۔ (۱)

خاندان

یہ خاندان پارسائی اور ہدایت کی رو سے معروف چلا آتا تھا۔ شیخ کے جانا عبداللہ موسوی مشہور دینی (۲)۔ سرتک کے جنگوں میں ایک قافلے نے آپ کی برکات سے قزاقوں سے نہایت پائی (۳)۔ سیدہ عائشہ بیبلان کی بڑی پارسا خاتون تھیں اور حضرت شش کی چھوٹی چھوٹی تھیں۔ ان کی خدمت میں لوگ ہارش کی دعا کیلئے حاضر ہوئے۔ سیدہ عائشہ نے اپنے چھٹن میں جھلاؤ سے کہ آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کی۔

يَا رَبِّ اَنَا كُفْتُ لِقَوْلِ الْاَسْمَانِ

پروردگار جھلاؤ میں نے دے دیا، ہارش

برساوے۔

چنانچہ جب لوگ گھروں کو لوٹے تو ان کے کپڑے بھیگ چکے تھے۔

شیر خوارگی

ان پاک صبا: ان لوگ پاک جنگوں کے اثرات خبر کا کرشمہ تھا کہ شیر خوارگی میں ہی آپ کو شیر معمولی شیر (۱) حاصل تھا۔ رمضان میں دودھ نہ پینے کی روایت اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے (۲)۔

بچپن

فطرتاً آپ کو کھیل کود سے لگاؤ نہ تھا (۳)۔ نہایت چھوٹی عمر میں علم کی طرف راغب ہو چکے تھے۔ ایک مرتبہ کھلی میں لڑکوں نے روک لیا کہ "آؤ ہمارے ساتھ مل کر کھیلو۔" آپ نے فرمایا بہت اچھا! میں "جیتا ہوں" "لاالہ الا اللہ" چنانچہ کھلی میں کھلے کاڑ کر بلا ہوا اور ہستی راسے معصوم بچوں کے اس نراے کھیل پر حیران ہو گئے (۴)۔

ابتدائی تعلیم

چنانچہ شیخ کے بچپن اور ابتدائی طالب علمی کے حالات ہاں تفصیل نہیں ملتے۔ ایک

۱۔ بعض بچوں کو ازبک سے پیدائش سے غیر معمولی ذہنی کا حال اور ماٹھے لطیفات کے ذریعہ بھی قسم ہے اور قرآن نے حضرت عیسیٰ کی تعلیم میں بھی ہے۔ (کتاب)

۲۔ رمضان میں دودھ نہ پینے کے اس واقعے کو دوسرے سال کے قاضی شفیق حضرت شیخ ابو یوسف محمد بن ابی حنیفہ نے بیان فرماتے ہیں۔ "میں نے خود دیکھا کہ وہ ہمارے مکان پر لپٹا ہوا شیر کی خود

۳۔ سرور شہرت محمد بن ابی حنیفہ نے بیان فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے مکان پر لپٹا ہوا شیر کی خود قرآن مجید آپ پر آئے اور وہ ہمارے مکان میں دن کے وقت لگاؤ کا دوسرا ہے۔ چنانچہ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے ایک گروے میں ایک ایسا بچہ تھا کہ وہ ہمارے مکان میں دودھ نہ پیتا تھا۔ (آئی)

۴۔ فرماتے ہیں۔ "جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کو لگاؤ کرتا تھا تو ایک کاک کو یہ کہتے سنتا۔ اسے مہلک کہاں جانتے ہو۔" میں نے کہا کہ وہ راوی ہی کی گود میں آجاتا تو کچھ بہت عورت اطمینان سے دیکھتی تھی۔ (آئی)

۵۔ یہ روایت کتب تذکرہ میں میری تحریر سے نہیں گزری۔ البتہ اسے میں نے مولانا محمد خرمیہ سے متفقہ

نہائی (سنائی) سے اخراج فرمایا۔ ۱۴۰۰ھ ۱۴۰۱ھ ۱۴۰۲ھ ۱۴۰۳ھ ۱۴۰۴ھ ۱۴۰۵ھ ۱۴۰۶ھ ۱۴۰۷ھ ۱۴۰۸ھ ۱۴۰۹ھ ۱۴۱۰ھ ۱۴۱۱ھ ۱۴۱۲ھ ۱۴۱۳ھ ۱۴۱۴ھ ۱۴۱۵ھ ۱۴۱۶ھ ۱۴۱۷ھ ۱۴۱۸ھ ۱۴۱۹ھ ۱۴۲۰ھ ۱۴۲۱ھ ۱۴۲۲ھ ۱۴۲۳ھ ۱۴۲۴ھ ۱۴۲۵ھ ۱۴۲۶ھ ۱۴۲۷ھ ۱۴۲۸ھ ۱۴۲۹ھ ۱۴۳۰ھ ۱۴۳۱ھ ۱۴۳۲ھ ۱۴۳۳ھ ۱۴۳۴ھ ۱۴۳۵ھ ۱۴۳۶ھ ۱۴۳۷ھ ۱۴۳۸ھ ۱۴۳۹ھ ۱۴۴۰ھ ۱۴۴۱ھ ۱۴۴۲ھ ۱۴۴۳ھ ۱۴۴۴ھ ۱۴۴۵ھ ۱۴۴۶ھ ۱۴۴۷ھ ۱۴۴۸ھ ۱۴۴۹ھ ۱۴۵۰ھ ۱۴۵۱ھ ۱۴۵۲ھ ۱۴۵۳ھ ۱۴۵۴ھ ۱۴۵۵ھ ۱۴۵۶ھ ۱۴۵۷ھ ۱۴۵۸ھ ۱۴۵۹ھ ۱۴۶۰ھ ۱۴۶۱ھ ۱۴۶۲ھ ۱۴۶۳ھ ۱۴۶۴ھ ۱۴۶۵ھ ۱۴۶۶ھ ۱۴۶۷ھ ۱۴۶۸ھ ۱۴۶۹ھ ۱۴۷۰ھ ۱۴۷۱ھ ۱۴۷۲ھ ۱۴۷۳ھ ۱۴۷۴ھ ۱۴۷۵ھ ۱۴۷۶ھ ۱۴۷۷ھ ۱۴۷۸ھ ۱۴۷۹ھ ۱۴۸۰ھ ۱۴۸۱ھ ۱۴۸۲ھ ۱۴۸۳ھ ۱۴۸۴ھ ۱۴۸۵ھ ۱۴۸۶ھ ۱۴۸۷ھ ۱۴۸۸ھ ۱۴۸۹ھ ۱۴۹۰ھ ۱۴۹۱ھ ۱۴۹۲ھ ۱۴۹۳ھ ۱۴۹۴ھ ۱۴۹۵ھ ۱۴۹۶ھ ۱۴۹۷ھ ۱۴۹۸ھ ۱۴۹۹ھ ۱۵۰۰ھ ۱۵۰۱ھ ۱۵۰۲ھ ۱۵۰۳ھ ۱۵۰۴ھ ۱۵۰۵ھ ۱۵۰۶ھ ۱۵۰۷ھ ۱۵۰۸ھ ۱۵۰۹ھ ۱۵۱۰ھ ۱۵۱۱ھ ۱۵۱۲ھ ۱۵۱۳ھ ۱۵۱۴ھ ۱۵۱۵ھ ۱۵۱۶ھ ۱۵۱۷ھ ۱۵۱۸ھ ۱۵۱۹ھ ۱۵۲۰ھ ۱۵۲۱ھ ۱۵۲۲ھ ۱۵۲۳ھ ۱۵۲۴ھ ۱۵۲۵ھ ۱۵۲۶ھ ۱۵۲۷ھ ۱۵۲۸ھ ۱۵۲۹ھ ۱۵۳۰ھ ۱۵۳۱ھ ۱۵۳۲ھ ۱۵۳۳ھ ۱۵۳۴ھ ۱۵۳۵ھ ۱۵۳۶ھ ۱۵۳۷ھ ۱۵۳۸ھ ۱۵۳۹ھ ۱۵۴۰ھ ۱۵۴۱ھ ۱۵۴۲ھ ۱۵۴۳ھ ۱۵۴۴ھ ۱۵۴۵ھ ۱۵۴۶ھ ۱۵۴۷ھ ۱۵۴۸ھ ۱۵۴۹ھ ۱۵۵۰ھ ۱۵۵۱ھ ۱۵۵۲ھ ۱۵۵۳ھ ۱۵۵۴ھ ۱۵۵۵ھ ۱۵۵۶ھ ۱۵۵۷ھ ۱۵۵۸ھ ۱۵۵۹ھ ۱۵۶۰ھ ۱۵۶۱ھ ۱۵۶۲ھ ۱۵۶۳ھ ۱۵۶۴ھ ۱۵۶۵ھ ۱۵۶۶ھ ۱۵۶۷ھ ۱۵۶۸ھ ۱۵۶۹ھ ۱۵۷۰ھ ۱۵۷۱ھ ۱۵۷۲ھ ۱۵۷۳ھ ۱۵۷۴ھ ۱۵۷۵ھ ۱۵۷۶ھ ۱۵۷۷ھ ۱۵۷۸ھ ۱۵۷۹ھ ۱۵۸۰ھ ۱۵۸۱ھ ۱۵۸۲ھ ۱۵۸۳ھ ۱۵۸۴ھ ۱۵۸۵ھ ۱۵۸۶ھ ۱۵۸۷ھ ۱۵۸۸ھ ۱۵۸۹ھ ۱۵۹۰ھ ۱۵۹۱ھ ۱۵۹۲ھ ۱۵۹۳ھ ۱۵۹۴ھ ۱۵۹۵ھ ۱۵۹۶ھ ۱۵۹۷ھ ۱۵۹۸ھ ۱۵۹۹ھ ۱۶۰۰ھ ۱۶۰۱ھ ۱۶۰۲ھ ۱۶۰۳ھ ۱۶۰۴ھ ۱۶۰۵ھ ۱۶۰۶ھ ۱۶۰۷ھ ۱۶۰۸ھ ۱۶۰۹ھ ۱۶۱۰ھ ۱۶۱۱ھ ۱۶۱۲ھ ۱۶۱۳ھ ۱۶۱۴ھ ۱۶۱۵ھ ۱۶۱۶ھ ۱۶۱۷ھ ۱۶۱۸ھ ۱۶۱۹ھ ۱۶۲۰ھ ۱۶۲۱ھ ۱۶۲۲ھ ۱۶۲۳ھ ۱۶۲۴ھ ۱۶۲۵ھ ۱۶۲۶ھ ۱۶۲۷ھ ۱۶۲۸ھ ۱۶۲۹ھ ۱۶۳۰ھ ۱۶۳۱ھ ۱۶۳۲ھ ۱۶۳۳ھ ۱۶۳۴ھ ۱۶۳۵ھ ۱۶۳۶ھ ۱۶۳۷ھ ۱۶۳۸ھ ۱۶۳۹ھ ۱۶۴۰ھ ۱۶۴۱ھ ۱۶۴۲ھ ۱۶۴۳ھ ۱۶۴۴ھ ۱۶۴۵ھ ۱۶۴۶ھ ۱۶۴۷ھ ۱۶۴۸ھ ۱۶۴۹ھ ۱۶۵۰ھ ۱۶۵۱ھ ۱۶۵۲ھ ۱۶۵۳ھ ۱۶۵۴ھ ۱۶۵۵ھ ۱۶۵۶ھ ۱۶۵۷ھ ۱۶۵۸ھ ۱۶۵۹ھ ۱۶۶۰ھ ۱۶۶۱ھ ۱۶۶۲ھ ۱۶۶۳ھ ۱۶۶۴ھ ۱۶۶۵ھ ۱۶۶۶ھ ۱۶۶۷ھ ۱۶۶۸ھ ۱۶۶۹ھ ۱۶۷۰ھ ۱۶۷۱ھ ۱۶۷۲ھ ۱۶۷۳ھ ۱۶۷۴ھ ۱۶۷۵ھ ۱۶۷۶ھ ۱۶۷۷ھ ۱۶۷۸ھ ۱۶۷۹ھ ۱۶۸۰ھ ۱۶۸۱ھ ۱۶۸۲ھ ۱۶۸۳ھ ۱۶۸۴ھ ۱۶۸۵ھ ۱۶۸۶ھ ۱۶۸۷ھ ۱۶۸۸ھ ۱۶۸۹ھ ۱۶۹۰ھ ۱۶۹۱ھ ۱۶۹۲ھ ۱۶۹۳ھ ۱۶۹۴ھ ۱۶۹۵ھ ۱۶۹۶ھ ۱۶۹۷ھ ۱۶۹۸ھ ۱۶۹۹ھ ۱۷۰۰ھ ۱۷۰۱ھ ۱۷۰۲ھ ۱۷۰۳ھ ۱۷۰۴ھ ۱۷۰۵ھ ۱۷۰۶ھ ۱۷۰۷ھ ۱۷۰۸ھ ۱۷۰۹ھ ۱۷۱۰ھ ۱۷۱۱ھ ۱۷۱۲ھ ۱۷۱۳ھ ۱۷۱۴ھ ۱۷۱۵ھ ۱۷۱۶ھ ۱۷۱۷ھ ۱۷۱۸ھ ۱۷۱۹ھ ۱۷۲۰ھ ۱۷۲۱ھ ۱۷۲۲ھ ۱۷۲۳ھ ۱۷۲۴ھ ۱۷۲۵ھ ۱۷۲۶ھ ۱۷۲۷ھ ۱۷۲۸ھ ۱۷۲۹ھ ۱۷۳۰ھ ۱۷۳۱ھ ۱۷۳۲ھ ۱۷۳۳ھ ۱۷۳۴ھ ۱۷۳۵ھ ۱۷۳۶ھ ۱۷۳۷ھ ۱۷۳۸ھ ۱۷۳۹ھ ۱۷۴۰ھ ۱۷۴۱ھ ۱۷۴۲ھ ۱۷۴۳ھ ۱۷۴۴ھ ۱۷۴۵ھ ۱۷۴۶ھ ۱۷۴۷ھ ۱۷۴۸ھ ۱۷۴۹ھ ۱۷۵۰ھ ۱۷۵۱ھ ۱۷۵۲ھ ۱۷۵۳ھ ۱۷۵۴ھ ۱۷۵۵ھ ۱۷۵۶ھ ۱۷۵۷ھ ۱۷۵۸ھ ۱۷۵۹ھ ۱۷۶۰ھ ۱۷۶۱ھ ۱۷۶۲ھ ۱۷۶۳ھ ۱۷۶۴ھ ۱۷۶۵ھ ۱۷۶۶ھ ۱۷۶۷ھ ۱۷۶۸ھ ۱۷۶۹ھ ۱۷۷۰ھ ۱۷۷۱ھ ۱۷۷۲ھ ۱۷۷۳ھ ۱۷۷۴ھ ۱۷۷۵ھ ۱۷۷۶ھ ۱۷۷۷ھ ۱۷۷۸ھ ۱۷۷۹ھ ۱۷۸۰ھ ۱۷۸۱ھ ۱۷۸۲ھ ۱۷۸۳ھ ۱۷۸۴ھ ۱۷۸۵ھ ۱۷۸۶ھ ۱۷۸۷ھ ۱۷۸۸ھ ۱۷۸۹ھ ۱۷۹۰ھ ۱۷۹۱ھ ۱۷۹۲ھ ۱۷۹۳ھ ۱۷۹۴ھ ۱۷۹۵ھ ۱۷۹۶ھ ۱۷۹۷ھ ۱۷۹۸ھ ۱۷۹۹ھ ۱۸۰۰ھ ۱۸۰۱ھ ۱۸۰۲ھ ۱۸۰۳ھ ۱۸۰۴ھ ۱۸۰۵ھ ۱۸۰۶ھ ۱۸۰۷ھ ۱۸۰۸ھ ۱۸۰۹ھ ۱۸۱۰ھ ۱۸۱۱ھ ۱۸۱۲ھ ۱۸۱۳ھ ۱۸۱۴ھ ۱۸۱۵ھ ۱۸۱۶ھ ۱۸۱۷ھ ۱۸۱۸ھ ۱۸۱۹ھ ۱۸۲۰ھ ۱۸۲۱ھ ۱۸۲۲ھ ۱۸۲۳ھ ۱۸۲۴ھ ۱۸۲۵ھ ۱۸۲۶ھ ۱۸۲۷ھ ۱۸۲۸ھ ۱۸۲۹ھ ۱۸۳۰ھ ۱۸۳۱ھ ۱۸۳۲ھ ۱۸۳۳ھ ۱۸۳۴ھ ۱۸۳۵ھ ۱۸۳۶ھ ۱۸۳۷ھ ۱۸۳۸ھ ۱۸۳۹ھ ۱۸۴۰ھ ۱۸۴۱ھ ۱۸۴۲ھ ۱۸۴۳ھ ۱۸۴۴ھ ۱۸۴۵ھ ۱۸۴۶ھ ۱۸۴۷ھ ۱۸۴۸ھ ۱۸۴۹ھ ۱۸۵۰ھ ۱۸۵۱ھ ۱۸۵۲ھ ۱۸۵۳ھ ۱۸۵۴ھ ۱۸۵۵ھ ۱۸۵۶ھ ۱۸۵۷ھ ۱۸۵۸ھ ۱۸۵۹ھ ۱۸۶۰ھ ۱۸۶۱ھ ۱۸۶۲ھ ۱۸۶۳ھ ۱۸۶۴ھ ۱۸۶۵ھ ۱۸۶۶ھ ۱۸۶۷ھ ۱۸۶۸ھ ۱۸۶۹ھ ۱۸۷۰ھ ۱۸۷۱ھ ۱۸۷۲ھ ۱۸۷۳ھ ۱۸۷۴ھ ۱۸۷۵ھ ۱۸۷۶ھ ۱۸۷۷ھ ۱۸۷۸ھ ۱۸۷۹ھ ۱۸۸۰ھ ۱۸۸۱ھ ۱۸۸۲ھ ۱۸۸۳ھ ۱۸۸۴ھ ۱۸۸۵ھ ۱۸۸۶ھ ۱۸۸۷ھ ۱۸۸۸ھ ۱۸۸۹ھ ۱۸۹۰ھ ۱۸۹۱ھ ۱۸۹۲ھ ۱۸۹۳ھ ۱۸۹۴ھ ۱۸۹۵ھ ۱۸۹۶ھ ۱۸۹۷ھ ۱۸۹۸ھ ۱۸۹۹ھ ۱۹۰۰ھ ۱۹۰۱ھ ۱۹۰۲ھ ۱۹۰۳ھ ۱۹۰۴ھ ۱۹۰۵ھ ۱۹۰۶ھ ۱۹۰۷ھ ۱۹۰۸ھ ۱۹۰۹ھ ۱۹۱۰ھ ۱۹۱۱ھ ۱۹۱۲ھ ۱۹۱۳ھ ۱۹۱۴ھ ۱۹۱۵ھ ۱۹۱۶ھ ۱۹۱۷ھ ۱۹۱۸ھ ۱۹۱۹ھ ۱۹۲۰ھ ۱۹۲۱ھ ۱۹۲۲ھ ۱۹۲۳ھ ۱۹۲۴ھ ۱۹۲۵ھ ۱۹۲۶ھ ۱۹۲۷ھ ۱۹۲۸ھ ۱۹۲۹ھ ۱۹۳۰ھ ۱۹۳۱ھ ۱۹۳۲ھ ۱۹۳۳ھ ۱۹۳۴ھ ۱۹۳۵ھ ۱۹۳۶ھ ۱۹۳۷ھ ۱۹۳۸ھ ۱۹۳۹ھ ۱۹۴۰ھ ۱۹۴۱ھ ۱۹۴۲ھ ۱۹۴۳ھ ۱۹۴۴ھ ۱۹۴۵ھ ۱۹۴۶ھ ۱۹۴۷ھ ۱۹۴۸ھ ۱۹۴۹ھ ۱۹۵۰ھ ۱۹۵۱ھ ۱۹۵۲ھ ۱۹۵۳ھ ۱۹۵۴ھ ۱۹۵۵ھ ۱۹۵۶ھ ۱۹۵۷ھ ۱۹۵۸ھ ۱۹۵۹ھ ۱۹۶۰ھ ۱۹۶۱ھ ۱۹۶۲ھ ۱۹۶۳ھ ۱۹۶۴ھ ۱۹۶۵ھ ۱۹۶۶ھ ۱۹۶۷ھ ۱۹۶۸ھ ۱۹۶۹ھ ۱۹۷۰ھ ۱۹۷۱ھ ۱۹۷۲ھ ۱۹۷۳ھ ۱۹۷۴ھ ۱۹۷۵ھ ۱۹۷۶ھ ۱۹۷۷ھ ۱۹۷۸ھ ۱۹۷۹ھ ۱۹۸۰ھ ۱۹۸۱ھ ۱۹۸۲ھ ۱۹۸۳ھ ۱۹۸۴ھ ۱۹۸۵ھ ۱۹۸۶ھ ۱۹۸۷ھ ۱۹۸۸ھ ۱۹۸۹ھ ۱۹۹۰ھ ۱۹۹۱ھ ۱۹۹۲ھ ۱۹۹۳ھ ۱۹۹۴ھ ۱۹۹۵ھ ۱۹۹۶ھ ۱۹۹۷ھ ۱۹۹۸ھ ۱۹۹۹ھ ۲۰۰۰ھ ۲۰۰۱ھ ۲۰۰۲ھ ۲۰۰۳ھ ۲۰۰۴ھ ۲۰۰۵ھ ۲۰۰۶ھ ۲۰۰۷ھ ۲۰۰۸ھ ۲۰۰۹ھ ۲۰۱۰ھ ۲۰۱۱ھ ۲۰۱۲ھ ۲۰۱۳ھ ۲۰۱۴ھ ۲۰۱۵ھ ۲۰۱۶ھ ۲۰۱۷ھ ۲۰۱۸ھ ۲۰۱۹ھ ۲۰۲۰ھ ۲۰۲۱ھ ۲۰۲۲ھ ۲۰۲۳ھ ۲۰۲۴ھ ۲۰۲۵ھ ۲۰۲۶ھ ۲۰۲۷ھ ۲۰۲۸ھ ۲۰۲۹ھ ۲۰۳۰ھ ۲۰۳۱ھ ۲۰۳۲ھ ۲۰۳۳ھ ۲۰۳۴ھ ۲۰۳۵ھ ۲۰۳۶ھ ۲۰۳۷ھ ۲۰۳۸ھ ۲۰۳۹ھ ۲۰۴۰ھ ۲۰۴۱ھ ۲۰۴۲ھ ۲۰۴۳ھ ۲۰۴۴ھ ۲۰۴۵ھ ۲۰۴۶ھ ۲۰۴۷ھ ۲۰۴۸ھ ۲۰۴۹ھ ۲۰۵۰ھ ۲۰۵۱ھ ۲۰۵۲ھ ۲۰۵۳ھ ۲۰۵۴ھ ۲۰۵۵ھ ۲۰۵۶ھ ۲۰۵۷ھ ۲۰۵۸ھ ۲۰۵۹ھ ۲۰۶۰ھ ۲۰۶۱ھ ۲۰۶۲ھ ۲۰۶۳ھ ۲۰۶۴ھ ۲۰۶۵ھ ۲۰۶۶ھ ۲۰۶۷ھ ۲۰۶۸ھ ۲۰۶۹ھ ۲۰۷۰ھ ۲۰۷۱ھ ۲۰۷۲ھ ۲۰۷۳ھ ۲۰۷۴ھ ۲۰۷۵ھ ۲۰۷۶ھ ۲۰۷۷ھ ۲۰۷۸ھ ۲۰۷۹ھ ۲۰۸۰ھ ۲۰۸۱ھ ۲۰۸۲ھ ۲۰۸۳ھ ۲۰۸۴ھ ۲۰۸۵ھ ۲۰۸۶ھ ۲۰۸۷ھ ۲۰۸۸ھ ۲۰۸۹ھ ۲۰۹۰ھ ۲۰۹۱ھ ۲۰۹۲ھ ۲۰۹۳ھ ۲۰۹۴ھ ۲۰۹۵ھ ۲۰۹۶ھ ۲۰۹۷ھ ۲۰۹۸ھ ۲۰۹۹ھ ۲۱۰۰ھ ۲۱۰۱ھ ۲۱۰۲ھ ۲۱۰۳ھ ۲۱۰۴ھ ۲۱۰۵ھ ۲۱۰۶ھ ۲۱۰۷ھ ۲۱۰۸ھ ۲۱۰۹ھ ۲۱۱۰ھ ۲۱۱۱ھ ۲۱۱۲ھ ۲۱۱۳ھ ۲۱۱۴ھ ۲۱۱۵ھ ۲۱۱۶ھ ۲۱۱۷ھ ۲۱۱۸ھ ۲۱۱۹ھ ۲۱۲۰ھ ۲۱۲۱ھ ۲۱۲۲ھ ۲۱۲۳ھ ۲۱۲۴ھ ۲۱۲۵ھ ۲۱۲۶ھ ۲۱۲۷ھ ۲۱۲۸ھ ۲۱۲۹ھ ۲۱۳۰ھ ۲۱۳۱ھ ۲۱۳۲ھ ۲۱۳۳ھ ۲۱۳۴ھ ۲۱۳۵ھ ۲۱۳۶ھ ۲۱۳۷ھ ۲۱۳۸ھ ۲۱۳۹ھ ۲۱۴۰ھ ۲۱۴۱ھ ۲۱۴۲ھ ۲۱۴۳ھ ۲۱۴۴ھ ۲۱۴۵ھ ۲۱۴۶ھ ۲۱۴۷ھ ۲۱۴۸ھ ۲۱۴۹ھ ۲۱۵۰ھ ۲۱۵۱ھ ۲۱۵۲ھ ۲۱۵۳ھ ۲۱۵۴ھ ۲۱۵۵ھ ۲۱۵۶ھ ۲۱۵۷ھ ۲۱۵۸ھ ۲۱۵۹ھ ۲۱۶۰ھ ۲۱۶۱ھ ۲۱۶۲ھ ۲۱۶۳ھ ۲۱۶۴ھ ۲۱۶۵ھ ۲۱۶۶ھ ۲۱۶۷ھ ۲۱۶۸ھ ۲۱۶۹ھ ۲۱۷۰ھ ۲۱۷۱ھ ۲۱۷۲ھ ۲۱۷۳ھ ۲۱۷۴ھ ۲۱۷۵ھ ۲۱۷۶ھ ۲۱۷۷ھ ۲۱۷۸ھ ۲۱۷۹ھ ۲۱۸۰ھ ۲۱۸۱ھ ۲۱۸۲ھ ۲۱۸۳ھ ۲۱۸۴ھ ۲۱۸۵ھ ۲۱۸۶ھ ۲۱۸۷ھ ۲۱۸۸ھ ۲۱۸۹ھ ۲۱۹۰ھ ۲۱۹۱ھ ۲۱۹۲ھ ۲۱۹۳ھ ۲۱۹۴ھ ۲۱۹۵ھ ۲۱۹۶ھ ۲۱۹۷ھ ۲۱۹۸ھ ۲۱۹۹ھ ۲۲۰۰ھ ۲۲۰۱ھ ۲۲۰۲ھ ۲۲۰۳ھ ۲۲۰۴ھ ۲۲۰۵ھ ۲۲۰۶ھ ۲۲۰۷ھ ۲۲۰۸ھ ۲۲۰۹ھ ۲۲۱۰ھ ۲۲۱۱ھ ۲۲۱۲ھ ۲۲۱۳ھ ۲۲۱۴ھ ۲۲۱۵ھ ۲۲۱۶ھ ۲۲۱۷ھ ۲۲۱۸ھ ۲۲۱۹ھ ۲۲۲۰ھ ۲۲۲۱ھ ۲۲۲۲ھ ۲۲۲۳ھ ۲۲۲۴ھ ۲۲۲۵ھ ۲۲۲۶ھ ۲۲۲۷ھ ۲۲۲۸ھ ۲۲۲۹ھ ۲۲۳۰ھ ۲۲۳۱ھ ۲۲۳۲ھ ۲۲۳۳ھ ۲۲۳۴ھ ۲۲۳۵ھ ۲۲۳۶ھ ۲۲۳۷ھ ۲۲۳۸ھ ۲۲۳۹ھ ۲۲۴۰ھ ۲۲۴۱ھ ۲۲۴۲ھ ۲۲۴۳ھ ۲۲۴۴ھ ۲۲۴۵ھ ۲۲۴۶ھ ۲۲۴۷ھ ۲۲۴۸ھ ۲۲۴۹ھ ۲۲۵۰ھ ۲۲۵۱ھ ۲۲۵۲ھ ۲۲۵۳ھ ۲۲۵۴ھ ۲۲۵۵ھ ۲۲۵۶ھ ۲۲۵۷ھ ۲۲۵۸ھ ۲۲۵۹ھ ۲۲۶۰ھ ۲۲۶۱ھ ۲۲۶۲ھ ۲۲۶۳ھ ۲۲۶۴ھ ۲۲۶۵ھ ۲۲۶۶ھ ۲۲۶۷ھ ۲۲۶۸ھ ۲۲۶۹ھ ۲۲۷۰ھ ۲۲۷۱ھ ۲۲۷۲ھ ۲۲۷۳ھ ۲۲۷۴ھ ۲۲۷۵ھ ۲۲۷۶ھ ۲۲۷۷ھ ۲۲۷۸ھ ۲۲۷۹ھ ۲۲۸۰ھ ۲۲۸۱ھ ۲۲۸۲ھ ۲۲۸۳ھ ۲۲۸۴ھ ۲۲۸۵ھ ۲۲۸۶ھ ۲۲۸۷ھ ۲۲۸۸ھ ۲۲۸۹ھ ۲۲۹۰ھ ۲۲۹۱ھ ۲۲۹۲ھ ۲۲۹۳ھ ۲۲۹۴ھ ۲۲۹۵ھ ۲۲۹۶ھ ۲۲۹۷ھ ۲۲۹۸ھ ۲۲۹۹ھ ۲۳۰۰ھ ۲۳۰۱ھ ۲۳۰۲ھ ۲۳۰۳ھ ۲۳۰۴ھ ۲۳۰۵ھ ۲۳۰۶ھ ۲۳۰۷ھ ۲۳۰۸ھ ۲۳۰۹ھ ۲۳۱۰ھ ۲۳۱۱ھ ۲۳۱۲ھ ۲۳۱۳ھ ۲۳۱۴ھ ۲۳۱۵ھ ۲۳۱۶ھ ۲۳۱۷ھ ۲۳۱۸ھ ۲۳۱۹ھ ۲۳۲۰ھ ۲۳۲۱ھ ۲۳۲۲ھ ۲۳۲۳ھ ۲۳۲۴ھ ۲۳۲۵ھ ۲۳۲۶ھ ۲۳۲۷ھ ۲۳۲۸ھ ۲۳۲۹ھ ۲۳۳۰ھ ۲۳۳۱ھ ۲۳۳۲ھ ۲۳۳۳ھ ۲۳۳۴ھ ۲۳۳۵ھ ۲۳۳۶ھ ۲۳۳۷ھ ۲۳۳۸ھ ۲۳۳۹ھ ۲۳۴۰ھ ۲۳۴۱ھ ۲۳۴۲ھ ۲۳۴۳ھ ۲۳۴۴ھ ۲۳۴۵ھ ۲۳۴۶ھ ۲۳۴۷ھ ۲۳۴۸ھ ۲۳۴۹ھ ۲۳۵۰ھ ۲۳۵۱ھ ۲۳۵۲ھ ۲۳۵۳ھ ۲۳۵۴ھ ۲۳۵۵ھ ۲۳۵۶ھ ۲۳۵۷ھ ۲۳۵۸ھ ۲۳۵۹ھ ۲۳۶۰ھ ۲۳۶۱ھ ۲۳۶۲ھ ۲۳۶۳ھ ۲۳۶۴ھ ۲۳۶۵ھ ۲۳۶۶ھ ۲۳۶۷ھ ۲۳۶۸ھ ۲۳۶۹ھ ۲۳۷۰ھ ۲۳۷۱ھ ۲۳۷۲ھ ۲۳۷۳ھ ۲۳۷۴ھ ۲۳۷۵ھ ۲۳۷۶ھ ۲۳۷۷ھ ۲۳۷۸ھ ۲۳۷۹ھ ۲۳۸۰ھ ۲۳۸۱ھ ۲۳۸۲ھ ۲۳۸۳ھ ۲۳۸۴ھ ۲۳۸۵ھ ۲۳۸۶ھ ۲۳۸۷ھ ۲۳۸۸ھ ۲۳۸۹ھ ۲۳۹۰ھ ۲۳۹۱ھ ۲۳۹۲ھ ۲۳۹۳ھ ۲۳۹۴ھ ۲۳۹۵ھ ۲۳۹۶ھ ۲۳۹۷ھ ۲۳۹۸ھ ۲۳۹۹ھ ۲۴۰۰ھ ۲۴۰۱ھ ۲۴۰۲ھ ۲۴۰۳ھ ۲۴۰۴ھ ۲۴۰۵ھ ۲۴۰۶ھ ۲۴۰۷ھ ۲۴۰۸ھ ۲۴۰۹ھ ۲۴۱۰ھ ۲۴۱۱ھ ۲۴۱۲ھ ۲۴۱۳ھ ۲۴۱۴ھ ۲۴۱۵ھ ۲۴۱۶ھ ۲۴۱۷ھ ۲۴۱۸ھ ۲۴۱۹ھ ۲۴۲۰ھ ۲۴۲۱ھ ۲۴۲۲ھ ۲۴۲۳ھ ۲۴۲۴ھ ۲۴۲۵ھ ۲۴۲۶ھ ۲۴۲۷ھ ۲۴۲۸ھ ۲۴۲۹ھ ۲۴۳۰ھ ۲۴۳۱ھ ۲۴۳۲ھ ۲۴۳۳ھ ۲۴۳۴ھ ۲۴۳۵ھ ۲۴۳۶ھ ۲۴۳۷ھ ۲۴۳۸ھ ۲۴۳۹ھ ۲۴۴۰ھ ۲۴۴۱ھ ۲۴۴۲ھ ۲۴۴۳ھ ۲۴۴۴ھ ۲۴۴۵ھ ۲۴۴۶ھ ۲۴۴۷ھ ۲۴۴۸ھ ۲۴۴۹ھ ۲۴۵۰ھ ۲۴۵۱ھ ۲۴۵۲ھ ۲۴۵۳ھ ۲۴۵۴ھ ۲۴۵۵ھ ۲۴۵۶ھ ۲۴۵۷ھ ۲۴۵۸ھ ۲۴۵۹ھ ۲۴۶۰ھ ۲۴۶۱ھ ۲۴۶۲ھ ۲۴۶۳ھ ۲۴۶۴ھ ۲۴۶۵ھ ۲۴۶۶ھ ۲۴۶۷ھ ۲۴۶۸ھ ۲۴۶۹ھ ۲۴۷۰ھ ۲۴۷۱ھ ۲۴۷۲ھ ۲

سیرت نگار لکھتا ہے۔ ”معلوم ہوتا ہے کہ والد آپ کی ابتدائی عمر میں ہی فوت ہو چکے تھے اس لئے کہ تربیت کے سلسلے میں ان کا ذکر نہیں آیا۔“ تاہم دس سال کی عمر تک گھر کی ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر بھتیجی کے مکتب میں داخل ہو چکے تھے۔ اٹھارہ برس کے ہونے تو دل میں غم غالیہ کے لئے ولولہ اٹھنے لگے جن کے بعد بڑا جاتے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ والد سے اجازت طلب کی۔ وہ بڑی فاضلہ اور صاحب بصیرت خاتون تھیں۔ ابتدائی تعلیم ان ہی کی کوشش اور گھرائی میں ملتی تھی۔ دل میں بچے کے اس دینی شوق پر بہت مسرور ہوئیں مگر شفقتِ باری سے وہ کھیں اڑھا کر لے گئیں۔

”بیٹا! حقوق سے جائز یہ دیکھ کر تمہارے والد نے تمہارے لئے چھوٹے ٹیڑھے زادِ رام کے لئے اے، غم میں جسے حق مشغول ہو جاتا ہو مجھے یاد کرنا یاد رکھ اس دنیا میں افسانہ ہمارا کیا قات نہیں ہو سکے گی۔“

یہ الفاظ سن کر سعید رنجب چٹا ہوا چتر غم و سفر کی تیاری کے لئے اٹھا۔ آخر میں اس پاک ماں نے وصیت کی کہ ”ہر معاملہ کی بناء اوستی (سچائی) پر رکھنا۔“ حضرت اس آخری فقرے کو عمر کی کسی منزل میں نہ بھولے اور اس وقت بھی نہ بھولے جب وادیِ اعلان میں لوگوں نے آپ کو نرنے میں لے کر اکھاڑا۔ (۱)

والہ اللہ! اقدار مہرور! کل عرف اللہ! وہ دہاویاں عیش و انسا سے ڈرا کہے کل کی گرفت سے اس کی چٹائی ناکار
 بچنے سے کل کی رماناؤں جڑوں سے کاٹنے پر غصہ کر دیا۔ اس موقع پر ڈاکوؤں نے آپ سے پوچھا: "میرے
 اس کا کیا ہے؟" آپ نے حال و حال بتاتے ہوئے کہا: "میرے بیوی بچوں کی چٹائی چھاپ کر ہلا دی گئی ہے۔"
 تفصیل کے لئے دیکھ لیجئے جو دوسرا صفحہ A کو دکھائے گا۔ اس کا اسی کی ایک رکت بھی اس ساتھ جوڑوں نے
 حضرت کے دست کی بہت سی تصاویر بنوائے کیلئے اور اسے جوڑ کر لکھ دوئے مسلمان بن گئے۔ (آئی)
 سرکارِ محمدیؐ کے ساتھ جوڑوں کی کل عرف اللہ! وہ دہاویاں عیش و انسا سے ڈرا کہے کل کی گرفت سے اس کی چٹائی ناکار
 ہو کر رہ گئے۔ والہ اللہ! اقدار مہرور! کل عرف اللہ! وہ دہاویاں عیش و انسا سے ڈرا کہے کل کی گرفت سے اس کی چٹائی ناکار

۵۴۸۸۰۱

جناب شیخ ۱۴۸۸ھ کے سفر میں بغداد (۱) وارو ہوئے۔ یہ شہر عباسیوں کا
 ارا السلطنت ہوئے کی وجہ سے عالم و فنون کا بہت بڑا مرکز تھا۔

المجلد الثاني

یہاں کی شہرہ آفاق اسلامی درس گاہ نظامیہ (۲) دنیا بھر سے طلباء کا مرجع تھی۔ فتح
 بھی اسی دور العلوم میں مدخل ہوئے۔

حضرت شیخ کی طالب علمی کا زمانہ مشکلات و موانع سے بھرپور نظر آتا ہے۔ انہی امام میں بغداد شہر میں ایک بڑا خونخوار قتلہ پھیل گیا۔

102

خالد بن ولیدؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے رسول کے ساتھ دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے اپنے آپ کو اللہ کے ساتھ دیکھا ہے۔" (صحیح مسلم)

زمینہ قحط کے حالات

حضرت شیخ فرماتے ہیں: ”ایک دن مسلسل بھوک سے تنگ آکر ایمان کسرتی (۳) کی

ابنہ اور عیب و غریب جو بھی جنتی ہے اس نے تو میرا دل کے بدلے ہی کیا یہاں میں بھی دو بیس ہزار ہا کو کے قتل عام کی قیامت تھی۔ میں یہاں جتنا بھی کفر و بدعت کی نذر اور لقمہ مرگے کی یاد دہنی اخلاصاً اور اجرت سے میرے علم و حرکت کی خوشی سے تقریریں پہنکا رہا تھا۔ (تذکرہ)

[illegible]

۳۔ "اس وقت ہر وجہ سے کہاں اور کبھی نہ ملے گا۔ یہی غل سے نکلے کر گئے تھے۔"

لاہوری ایک خدار سیدہ بزرگ تھے۔ شیخ ان کی ملاقات کو مجھے۔ انہوں نے کہا۔ "بیٹا مریدان حق مانگا نہیں کرتے۔" چنانچہ آپ فوراً واپس چلے آئے اور دوبارہ پھر بھی بندے کے لئے دے گئے۔

سبق یاد کرنا

دوسرے کے اوقات کے عار و سبائی پلو کرنے کے لئے آپ کی درنست گاہوں کا ذکر جاتا ہے یعنی کبھی تو آپ شہر سے باہر ایک جنگل میں چلے جاتے اور بعض ملاقات بغداد کے ایک بیرونی محلہ قطرہ شرقیہ (۱) میں تشریف لے جاتے جہاں ایک مسجد میں بیٹھ کر کام میں مصروف رہتے۔

مدت تحصیل

خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ کے بیان کے مطابق جناب شیخ کا زمانہ تحصیل سات برس ہے۔ مگر یہ صرف کلامیہ بغداد میں تعلیم پانے کا زمانہ ہے۔ اس سے پیشتر چیلان میں اگر تعلیم کی ابتداء کم سے کم دس برس کی عمر سے مان لی جائے تو بھی کل زمانہ تعلیم ہا سال بنتا ہے۔

بغداد کی تعلیم

سید علی رحمۃ اللہ علیہ "نہجہ الاماۃ" میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں شیخ نے "ذبیحہ" کے علوم عالیہ حاصل کیے۔ سب سے پہلے قرآن کی طرف متوجہ ہوئے، تجرید و ترقی کے علوم کی مکتب کی۔ پھر تفسیر پڑھی۔ علی بذات القیاس فقہ و اصول فقہ و حدیث و اس پر محلہ بغداد سے مزید مشورہ کر کے واپس چلے آئے۔ شیخ نے اس مسئلے کو اپنی لستہ کیلئے جتھیاں لے لئے اختیار کیا اور کار کیا کہ سبب تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور فقہ و حدیث کو تامل سے۔
فقہ و حدیث سے درجہ اولیٰ لے کر تفسیر پڑھی۔

(کوہ)

طرف کل کیا کہ شاید کوئی کھانے کی چیز ہنسر آئے مگر وہاں پہلے سے سز (۷۰) درویشوں کی ایک جماعت اسی حالت فاق میں موجود رہی تو چپ چاپ واپس چلا آیا۔
ایک دفعہ بھوک سے بے تاب ہو کر ایک مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک شخص روٹی مسال لئے بیٹھا تھا۔ اس نے شیخ کی حالت محسوس کر لی اور کھانے کے لئے بلایا۔ ہاتھ باتوں میں معلوم ہوا کہ وہ شخص بھی چیلانی تھا۔ شیخی والدہ نے شیخ کے لئے ایک رقم اس کے ہاتھ بھیجی تھی مگر یہاں آکر وہ ان ہی چیزوں کو خرچ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا اور یہ کہ کھانا بھی اسی میں سے تھا۔

اسی طرح (۱) ایک مرتبہ قرطوبہ سے واپس کے کناوے پر بیٹھے تاکہ درختوں کے پتے کھا کر پیٹ بھر لیا مگر وہاں ہر جگہ ہر درخت کے گرد درویشوں اور طالب علموں کے ہجوم تھے چنانچہ واپس مسجد میں آکر بیٹھ رہے۔ ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس طرف ناک قلعہ کے یہ لام سن قدر حوصلہ شکن تھے مگر شیخ کے علمی اشتیاقات میں کوئی فرق نہ پڑا بلکہ مادی محاورہ و حالی اشراق کے لئے ہمیشہ ثابت ہوئے۔

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں جی خوش ہوا ہے راہ کو پتہ خار و کچھ کر طالب علمی کے دیگر حالات

یوں معلوم ہوتا ہے (۲) کہ کلامیہ کے دواہ کسی دیگر پرائیویٹ درسگاہ میں بھی جاتے تھے "ملا تدا لجواہر" بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ طلباء فقہ کے اصرار پر ان کے ساتھ چندہ لائے وائے گرد و مشہر شابل ہو کر یقیناً ہاگاہوں کی طرف گئے۔ یہاں شریف

۱۔ یہ واقعات شیخ محمد بن علی متولی (متوفی ۹۶۳ھ) نے "ملا تدا لجواہر فی منہج بانی شیخ عبدالقادر" میں منسلک فرمودہ ہیں۔ (کوہ)

۲۔ اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ کلامیہ کا نظام تو باطنیات کی گہرائی میں نہ تھا۔ سہولت کے علم کا چرہ لائے کی ضرورت تھی اس لئے اغلب یہی ہے کہ اس واقعہ کا تعلق کسی دوسری نئی درسگاہ سے ہو۔

اسول حدیث، نیز اوہیات عربیہ کے علوم کی تمام شاخوں میں عبور حاصل کیا اور اپنے اقران سے بہت فائق ہو گئے۔ (۱)

میکمیل علوم

اس طرح ۱۹۵۳ء میں پچیس برس کی عمر میں آپ علوم ظاہر کی تکمیل سے فارغ ہو گئے۔

باطن کی طرف رجوع

علم کے بعد ترکیب نفس کی از حد ضرورت ہوتی ہے اور یہ علمی کمالات راجح کے
حجابات ہیں نہ جلیا کرتے ہیں۔ شیخ نے اس سلسلے میں شروع سے ہی طبعی طور پر علمی
مناسبت پائی تھی، تاہم بغدادی زندگی کے لئے اس ذوق کو حریصانہ اور بااثر خرم منزل سے
دستبردار کیا۔

خلوت اور مشائخ کی صحبت

”قائد المجدد ابوہر“ کا بیان ہے کہ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد شیخ نے ثلثت مغربی کا ارادہ کر لیا۔ اس عہد کا بغداد ایک شان والا قومی شہر تھا جنہاں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ آباد تھے۔ خلافت کے سیاسی اضمحلال کے باعث دیگر مذاہب و اسلام کے خلاف فتنہ برپا کرنا میں سرگرم رہتے۔ دوسری طرف حوام پر دنیا دارانہ زندگی کا رجحان زیادہ غالب تھا۔ ظاہر ہے کہ اس ماحولی میں ایک ایسے نیک و جان کا قیام ممکن لگ بھگ مستحکم تھا جس کی تربیت خود علوم دینی کی ان فتنوں میں ہوئی تھی اور اب وہ اسلامی تعلیمات سے بھی آگاہ و چمکا تھا۔ چنانچہ ایک دن قرآن حکیم شانے سے باندھ کر بغداد سے باہر دو دنوں

۱۔ حضرت کے مرتبہ علمی کی مزید تفصیل کے لئے کتاب کے حصہ دوم میں "علمی زندگی کے دریہ عنوان مخصوصان مآخذ فرمایا جائے۔" (کتاب)

دروغ کر لیا۔ مگر راستے میں اچانک ایک رحجان مچا۔ ساتھ ہی آواز آئی۔ ”ابھی نوٹس ہوا کہ تم سے غلطی کو فائدہ ہو گا۔“ یہ غیبی عذاب ان کا شیخ ابھی تو آجھے مگر دل میں اضطراب اور جرم تھا۔ دعا کی ”مے کا شہر کسی مرد خدائے ملاقات ہو جائے۔“

شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ

دوسرے دن حمار رحمت اللہ علیہ (۱) سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے خود بتایا کہ تم نے کل خدا سے ایسے دعا مانگی تھی کہ وہاں خدا کو دعا قبول ہوگی۔ اس دن سے وہ آپ نے شیخ حمار کی صحبت اختیار کی۔ شیخ موصوف اہل حق بات ہے اعتدال کا ظاہر کرتے۔ عمر بھر یہی اسے اشتیاق کی بات کہ آزمائش ہوگی۔ شیخ حمار کی صحبت میں وہ آپ نے ایک طویل عرصہ تک کتاب فیض کیا۔

قاضی ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابوسعید مخزومی رحمت اللہ علیہ (رح) بغداد کے جدید عالم اور معروف دلی اللہ
تھے۔ شیخ نے ان سے ظاہر و باطن برود طریق میں استفادہ کیا اور فخریہ طریقت بھی ان
کے دست مبارک سے پہتا۔

محامد است کاوور

کچھ کچھ برس کی عمر سے شہوت اور ریاضت کا دور شروع ہوا، جو پچاس برس کی عمر تک چلے گا۔ یہاں تک کہ مسلمان مثلاً بغداد کا سرخ تھے بہت بڑے صاحبِ فطن بزرگ، تھے کونست عظمیٰ مظفریہ (بغداد) تک تھے۔ ۹۲۵ میں وصال ہوا۔

جہاں آباد اور آگرہ کے عقیدہ اسلام میں خردی تعلق ہے۔ یہ سب دراصل "مغیرم" کے جملہ کے ایک
 کا نام تھا۔ اورت اس کا تعلق ان کا ہے۔ یہ سب "مغیرم" کا نام ہے۔ یہ سب "مغیرم" کا نام ہے۔ یہ سب
 ہے کہ یہ "مغیرم" کا نام ہے۔ یہ سب "مغیرم" کا نام ہے۔ یہ سب "مغیرم" کا نام ہے۔ یہ سب
 "مغیرم" کا نام ہے۔ یہ سب "مغیرم" کا نام ہے۔ یہ سب "مغیرم" کا نام ہے۔ یہ سب "مغیرم" کا نام ہے۔

یعنی پورے پچیس سال تک جاری رہا۔ مشائخ و عارفین سے تعلقات اور ان سے حصول فیض کا زمانہ بھی اسی میں شامل ہے (۱)۔ خواجہ بہتیار کا کی رحمت اللہ علیہ نے بھی اپنے مشہور تعہید میں ریاضات کا زمانہ پچیس سال ہی بتایا ہے اور ”سید الاسرار“ ص ۷۵ پر خود آپ کا قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ میں پچیس سال عراق کے صحراؤں میں رہا اس کیفیت سے کہ نہ میں کسی کو جانتا تھا اور نہ مجھے کوئی جانتا تھا۔

خرش دسڑمہ گوشہ عجبائی خریشم

لذ جوش و عروشی بھی و لہلہ خیرم نیست

اسرار و عجائب

اس زمانے میں وہ ایام بھی شامل ہیں جو برج غمی اور محلات کسری کے کھنڈروں میں گزرے۔ غلوٹ کے ان دنوں میں لاقدار اسرار و عجائب آپ کے مشاہدے میں آتے رہے۔ جناب فخر سے ملاقات ہوئی۔ جنات متشکل ہو کر سامنے آئے۔ انجلیس کا واقعہ مشہور (۲) بھی غالباً اسی دور سے متعلق ہے۔ ان واقعات کی تفصیل مخطوطات میں موجود ہے۔

حضرت شیخ بیانی کا ایک خاصہ ہر دور میں رہا ہے کہ جس شے سے انہوں نے تعلق قائم کیا اسے متکلم کے نقطہ آخر تک پہنچا کر چھوڑا و ذلک فضل اللہ بوقیہ من بشاء چنانچہ ریاضات اور تہجد کے دور میں بھی شیخ ایسی ایسی شواہد گزارا اور ان سے ہر

۱۔ شیخ خرقہ قاضی ابوسعید سے رابطہ زندہ غالب علی غرض تھا ابوسعید کیونکہ بقول بیہوشی شیخ نے ان سے ملا و مول اندکی کا تہذیب لغت حاصل کی تھی۔ لہذا شیخ خدا کی صحت عقل سے فارغ ہو جانے کے بعد حاصل ہوئی۔ قاضی عزیزی کا سن وفات ۱۱۵۷ھ ہے اور شیخ ۱۱۵۷ھ میں فوت ہوئے۔ (کوکب)

۲۔ عین البیہار ایک قند پر متشکل ہو کر سامنے آیا اور کہا ”سید اللہ رحمہ سے ملاقات دیکھ کی جاتی ہیں“ آپ نے انمول لاف و جہاد اور دوسرے غائب ہو گیا۔ (کوکب)

کے کہ جن کا بیان تک مشکل ہے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے۔
یا ضات، مجاہدات اور نفس کشی کا کوئی طریقہ ایمانہ تھا جسے میں نے باقی چھوڑ دیا ہو۔
میں کو بچا اور بچوں مشہور ہونے لگا تھا۔“

مری دیوانگی محض و خرو سے لاکھ اچھی ہے

کہ دنیا کی ذہاں مجھ کو تڑا دیوانہ کتنی ہے

سال با سال تک راہیں چاہتے رہے اور ایک ایک نشست میں قرآن شتم کر دیتے۔ اس دور کے آخری ایام آپ نے برج غمی میں گزارے اور بالاخر بیہوشیا سے بیدار ہوئے۔

خرقہ پہنا گیا

ابو العباس احمد بلدادی لکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ بغیر آپ و خور چالیس روز تک برج غمی (بلند اسے ہا رہے) میں بیٹھے رہے حتی کہ نفس ”المخرج البورج“ (جو کہ بھوک) بچانے لگا۔ اسی دوران میں قاضی ابوسعید تشریف لائے اور اپنے مکان پر آئے کا کہہ کر چلے گئے۔ جب شیخ ان کے مکان پر گئے تو قاضی صاحب موصوف نے پہلے پیٹ بھر کر کھانا کھا دیا اور اس کے بعد شیوخ طریقت کے معروف طریقے کے مطابق آپ کو خرقہ مبارک پہنایا۔ (۱)

سلسلہ خرقہ طریقت

خرقہ طریقت کا سلسلہ مبارک حسب ذیل ہے۔ (۱) سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی
۱۔ شیخ خرقہ بیگ حضرت قاضی ابوسعید تھے آپ کی تربیت اخوت اور مسرت مرکزی طرف سے اور عین حقینی خود سرور کا کائنات علیہ و انجلیس و ملائکہ کی اجازت کی بلا واسطہ شہادت حاصل تھیں۔ حضرت
۲۔ ابوسعید ۵۷۵ھ میں حقیقت کی طرف سے اشارہ کیا ہے۔ حضرت آکھستہ سب اسطہ از روحانیت شد
۳۔ رسالت علیہ السلام و اقیام است و غیر خرقہ ۴۔ جناب شیخ ابوسعید خرقی (۲۱)

(۲) قاضی ابو سعید مبارک بن علی مخزومی (۳) شیخ ابو الحسن علی بن محمد قرشی (۴) ابو العرج طرطوسی (۵) شیخ ابو الفضل حمید ابو احمد حبشی (۶) شیخ ابو بکر شیبلی (۷) شیخ ابو القاسم حمید بغدادی (۸) شیخ شمس بن مقلبی (۹) شیخ معروف کرشی (۱۰) شیخ رادک طائی (۱۱) حضرت حبیب عجمی (۱۲) شیخ احسان بن بصری (۱۳) امیر المؤمنین امام السالطین حضرت علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه انگریزی۔ (۲)

تبلیغ و تدریس

مہلاد و عظم

فرقہ طریقت پسندی کا رسم مبارک سے فارغ ہو کر حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ
الغزیز نے تعین کے مسند پر قدم رکھا اور شوال ۵۵۲ھ میں پہلا وعظ فرمانے کے لئے
مشرقی بغداد کے محلہ حنیہ پرانی میں ایک اجتماع کے سامنے کرسی پر بیٹھے وعظ سے
بیشتر جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات اور شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
تشریف لائے۔ شیخ عرض گزار ہوئے کہ: ”حضور بغداد میں عرب کے مخصوص وجود ہیں
وعظ کیسے کیوں کیا؟“ اس پر شہنشاہ کلیم رسالت نے فرمایا: ”میںاے کھولو“ اور سات ہار
لحاف و بن عطا فرمایا پھر شاہ رحیم ولایت نے بھی چار لحاف والا۔ (۱)

آج حیاتِ جاوید کے انا مقدس سرچشموں سے فہیاب ہو کر جب سرِ بحرِ غمیت گم ہے تو دعا کا آغاز فرمایا تو یہاں معلوم ہو تا تھا جیسے ہستی کے دروہ پر ان کتاب و ذکر و اذات کی کنیتوں میں گم تھے۔ وہ علوی کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ کثرتِ سامعین کے پیشِ نظر شہر سے باہر حیدرآباد میں اذانِ اٹھانے منعقد ہو رہے تھے۔ حاضرین کی تعداد اسامیہ

۱۔ سات ہزار اسی کے فیس میں سرکار مالیت، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پیشہ کا وقت۔ (آئی)

اے تک ہو جاتی، عوام کے علاوہ عراق کے علماء و صوفیاء تک شریک نہیں ہوتے۔ (۱)

لحق وعظ

جلسہ وعظ کے لئے ایک قاری کا تعین کر دیا گیا تھا، جن کا نام شریف ابو القاسم تھا۔
 ۱۔ وعظ کے پہلے وہ قرآن حکیم کے اس مقام کی تلاوت کرتے جس پر آپ نے کچھ
 رہنا ہوتا تھا۔ جب گفتگو شروع کر دیتے تو محفل پر بڑے عجب سکوت غاری ہوتا۔ صداب
 کا علم اپنی کاپیوں پر چراہ پر اسے نرس کے جاتے اور لا تعداد غراہ و خواص جذب و
 شہر سے لے خود ہی ہوجاتے۔

عظمت کی تار بچیں

خلف میں اصرار۔ تین دن وعظ کے لئے مقرر تھے۔ اتوار کی صبح کو وہ نظام میں وعظ فرماتے۔ پھر منگل کی شام اور جمعہ کی صبح کو بدروسہ میں اجتماع ہوتا تھا۔

بدست و عظم

آپ کی ایہ تبلیغ خدمت ۱۹۴۱ء سے شروع ہو کر ۱۹۶۲ء یعنی پورے چالیس برس تک جاری رہی۔ اس عظیم القدر تبلیغی دور پر دوسرے حصے میں مصلح مفلکوں کی جائے نماز انشاء اللہ تعالیٰ۔

[illegible]

کا نوے ہیں اور یہ عمر شریف ہے۔

حضرت خواجہ بختیار کے نزدیک حضرت کی عمر مبارک نوے سال ہے۔ انہوں نے چند اشعار میں عمر مبارک کی مقدار اور اس کے مختلف ادوار کا نقشہ بڑی عمدگی سے کھینچا ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

نود سال حیاتش پروردگار بخش ز من بشو
آپ کی عمر مبارک توے سال تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے

بہ ہر وہ سال از جیلان پہ بغداد آمدہ وانی
۱۸ سال کی عمر میں جیلان سے بغداد تقریباً لائے،

پہے تحصیل علمی ہفت سال اندر تمام آمد
اور بغداد میں ۷ سال تک علوم ظاہر کی تحصیل میں مصروف رہے

یہ ہست و نیش سائنس اطلاع از خلق رہائی
بعد ازاں کچھ سال علوت اور ریاضت میں گزارے

چہل سال بہ دعوت موعے حق خواہن خلایق روا
چھ چالیس سال خلوق خدا کی رہایت میں صرف کئے

حساب عمر ایشان یو من گفتیم یہ آسانی
حضرت کی عمر کا یہ میزان ہے جو میں نے سکوئت سے سمجھا دیا۔

۱۸ سال جیلان میں

۷ سال بغداد میں (تحصیل علم)

۲۵ سال حاش حق کے لئے خلوت و تجرید میں

۳۰ سال دعا، تبلیغ، تدریس و تعلیم میں

کل عمر مبارک ۹۰ سال

اخلاق و عادات

مولیاء اللہ کی زندگی کا سب سے محبوب پہلو یہ ہوتا ہے کہ ان کے اخلاق کی داستان میں کبر و سولۃ اللہ ﷺ کے اخلاق کریمہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی عادات کو "اسٹنڈرڈ" کے پر توے منور کر چکے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر اکابر صوفیاء کہہ سکتے ہیں کہ "دواصل سنت نبوی کی اتباع ہی کا نام ولایت ہے۔"

اسب اعزازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے مہر و مرگرمی، غوث صدیقی، محبوب بزدوانی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز جو گروہ اولیاء کے سر تاج ہیں، تمام اخلاق میں، حضور سرور عالم ﷺ کے نقشہ پائے کسی قدر قریب ہوں گے۔ (۱)

حضرت شیخ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل، جیسے محبت الہی کی لذتوں سے سرشار تھا، اسی طرح خلق خدا کی خدمت کے جذبے سے بھی معمور تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی ساری زندگی بے غریب اور طلباء کی صحبتوں میں گزری۔ تجلیات اور حضرت کا یہ عالم تھا کہ شہر سے گزرتے تو کئی کوچوں میں مرد و زن جنم کئے

پہنچا پھر حضرت شیخ محمد، عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "اظهار آ حضرت لویہ اللہ لعلی غالی تہنیم و جہودہ ذالک لعلی غالی تہنیم ہاں حالت فردہ و علم و معرفت و وسعت علم و معرفت کل کہ داشت ہمہ با حضا محالست کردی داخرا، توضع عسودہ و تفریر کبر و ترم بر صغیر داخرا استام فرمودی دہر کہ فیض آ حضرت سوزد خوردی ہر چند و در حلقہ قبول کست و علم و کشف خود را بدیدے۔" (اختیار الاخیار)

ترجمہ: حضرت کے اوراق کریمہ، بڑے لعلی غالی، خطیب غالی، غنی فہم غالی کے ظہیر کامل تھے۔ ذاتی عظمت شان کے باوجود، ذلیل و خوار کی "مصلحتیں" فرماتے اور پھر ان پر رحم و شفقت۔ سلام سبکیں میں چل کر تھے۔ جو شخص حضرت کے سامنے آئے کہ چھوٹا ہوتا آپ قبول فرمائیے اور اپنا "علم" شرف ظاہر نہ فرماتے۔ (۲)

ہوتے اور بازاروں میں لوگ دکانوں سے اتر کر قطار بستہ کھڑے ہو جاتے۔ شہر کے امیر اکبر القدم بوسی کو ترستے رہتے تھے آپ غریبوں اور کمزوروں کو لوہڑے ناداروں اور بیکسوں کے پاس بیٹھتے۔ سڑ پر چاہتے تو غربا کی جھوپڑیوں میں قیام پذیر ہوتے اور روزِ نما کی آرزوؤں کے بارِ جودان کے حالات کا زینہ کرتے۔

ایک واقعہ

ایک مرتبہ سڑ خانے کے لئے تشریف لے گئے۔ خلف صالح شیخ عبدالرزاق مرحوم جیسے وہ فرماتے ہیں جب اہل جان کی ساری امت محلہ پر پہنچی تو آپ نے ٹھہرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ پہنچی کو ایک طرف چھوڑ دے ہوئے وہ اپنے گھر کیلئے چند قدم چلے ہوں گے کہ ایک اولی شہرہ نظر آیا۔ جہاں ایک بوڑھا، ایک بڑھیا اور ایک لڑکی سکونت پذیر تھے۔ اہل جان نے اس بوڑھے مرد سے اجازت لی اور ہمارا قافلہ جنگل میں ان کے غیے کے ساتھ فرد کس ہو۔ اب اُدھر حلہ کی سڑی بستی میں حضرت کی آمد کی خبر تکمیل ہو چکی تھی۔ چند لمحوں کے بعد وہ ہوں گے کہ بستی کے بڑے بڑے متول لوگ حاضر خدمت ہوئے گئے اور اسرار کرنے لگے کہ بستی میں چل کر ہمارے ہاں قیام فرمائیے۔ مگر آپ نے کسی کی درخواست منظور فرمائی۔

جب لوگوں کو یقین ہوا کہ حضرت اس ہی جھوپڑی میں ٹھہریں گے تو اس بات کی ہمتیں سے نیاز مند گروہ درگرو، تحائف و ہدایا لے کر حاضر خدمت ہونے لگے، حضرت تحائف وصول فرماتے اور جھوپڑی والوں کو دے دیتے جاتے۔ حتیٰ کہ صرف مویشیوں کی تعداد اسی ہو گئی کہ جنگل میں ڈر تکتے چرتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ اس طرح سرکارِ فوجیت، آپ کے فضلِ قدم سے اس کنیا کے دادا، بستی کے بڑے بڑے مالداروں سے زیادہ صاحبِ ثروت ہو گئے۔ (۱)

۱۔ منقولہ واقعہ ”ہجرت الاسراء“ کے ص ۳۰ پر درج ہے۔ (کوکب)

آئے وہ اور بنال و کھار کر چلے گئے
خواہد زندگی کو چکا کر چلے گئے

نجاتِ جہنم کی مدد

ضرورت مندوں کی مدد فرماتے۔ محتاجوں کی حاجت پوری کر دیتے۔ ایک شہر مالِ مسافر دور والے پر آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا ”میں کیوں پریشان ہوں؟“ اس نے عرض کیا۔ ”میں مسافر ہوں۔ پیدل سفر کر رہا ہوں، مگر یہاں راستے میں دریا کن پڑا ہے اور کشتی کا کرایہ پاس نہیں۔“ آپ نے اسی وقت اسے تمیں دینار عطا فرمائے اور غرب مسافر کا چہرہ خوشی سے نکلیں۔

مہمان نوازی

جس طرح فیوضات کے لئے آپ کا آستانِ مرجع عالم تھا۔ اسی طرح اہل احتیاج کے لئے مسافروں اور مہنوں کے لئے صبح و شام جود و کرم کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ مہمان خانے کا انتظام اپنے اہتمام سے کرتے۔ رات کو جب دسترخوان چھوڑتے تو دنیا دیکھتے کہ اولیاءِ کاسر و اسرافروں میں بیٹھا کھانا کھا رہا ہو تھا۔

کئی لوگ اپنے دل میں خاص قسم کے کاموں کا خیال لے کر آتے اور اپنی اپنی آرزو کے مطابق کھانا کھا کر جاتے۔ داعیِ مصر شیخ زین الدین علی بن ابی طالبی طابرج سے وابستہ یہ اہلِ اعدا آئے۔ اتفاق سے زبورِ اوشم ہو گیا۔ مگر کا معاملہ تھا اور بغداد میں انہیں کوئی بات نہ تھا۔ بالآخر جوک سے بے تاب ہوئے اور حضرت کے مکان خانے میں آئے۔ آپ نے دیکھتے ہی داعی کو کھانا لانے کا حکم دیا۔

شیخ زین الدین فرماتے ہیں میں نے اپنے رفیق سے سرکوشی کی کہ تو کیا کھائے گا۔ اس نے کہا کہ شک (ایک خاص کھانا جو دودھ میں تیار ہوتا تھا) اور خود میں نے دل میں

شہد کا خیال کیا۔ چنانچہ آپ نے تصرف قلب سے معلوم کر کے یہی کہا۔
منگوائے مگر خادم نے تکلف میرے آگے اور شہد میرے ساتھی کے سامنے رکھ دیا۔
اس پر حضرت نے لڑکا اور قریباً یوں چبک نہیں "اس کا الٹ کرو۔" یہ دیکھ کر شیخ زین
الدین نڈا ہو گئے اور حلقہ صحبت میں داخل ہوئے۔ (۱)

میر و صداقت اور استحکام و استقلال میں آپ کی شخصیت یکساں عصر تھی۔ اس
کے ساتھ قدوت نے قناعت و کلمات اور ایثار و سخاوت کے جوہر بھی عطا کئے تھے۔

راستی

آپ کی صداقت کے لئے اس کلمہ صدق کا یاد رکھنا کافی ہے، جو اعدائے قریب
آپ نے فاکوئل کے سردار کے سامنے بولا تھا۔ نیز وہ حقیقت، جس کا اظہار ایک مرتبہ
آپ نے ایک سوال کے جواب میں کیا تھا۔ یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے چند
منازل ارتقا کی بنیاد کیا ہے۔ "تو آپ نے فرمایا تھا۔ "صدق" (یعنی سچائی، قول میں
بھی اور فعل میں بھی)

صبر و تحمل

آپ کے زمانہ طالب علمی پر تقریظ لے تو صبر و تحمل کی تفسیر سمجھ میں آئے گی۔
وہ مسافر، وہ قحط، وہ بھوک کی راتیں، وہ فاقے کے دن، وہ اجنبیت اور وہ بے
سردستگی، مگر ان تمام صعوبتوں پر آپ کی شہرہ و شانی کس قدر حیرت انگیز رہا!
ایثار و سخا

پھر لطف یہ کہ اس دور ابتلاء میں اگر کبھی غیب میں چند سے آگئے تو شاہانہ سخوت
۱۔ شیخ طوسی نے اس واقعہ کو سن کر چنانچہ تعجب کے ساتھ بیان کیا ہے۔ "اعلم میر کا نام یوں نہ رہا تھا
ہے۔ شیخ ابن الحسن طوسی نے اپنی کتاب "تراجم الرجال" میں لکھا ہے کہ شیخ طوسی کا نام یوں نہ رہا تھا
میر۔ دیکھئے "تجلیات السیر" ص ۳۷۰ (تذکرہ)

اور مروانہ ایثار کی شان دکھادی۔ ایک دفعہ تیس دن کے مسلسل فاقے کے بعد والدہ کی
انتہائی ہوشیاری و فہم و صول ہوئی۔ آپ نے ایک وقت کی ہوشیاری کے پیچھے دھک لے۔ باقی خراب
سہرائی کے فقرہ میں تقسیم کر آئے۔ شہر میں آکر کھانا خریدنا تو اس میں بھی چند
درویشوں کو شریک کر لیا۔

شہد تھے مگر خود مروانہ
فرہم نہ مروانہ خدا کے ہاتھ میں اگر ایک ہوشیاری ہو تو بھی اس میں آدمی درویشوں پر
خبر نہ خرچ کر دیتے گا۔

آپ کا مرغوب عمل

جور و کرم کی یہ عادت مبارکہ آپ کی زندگی کے ہر دور میں نمایاں رہی۔ کوشش
یہ ہوتی تھی کہ کوئی ضرورت مند خالی نہ جائے۔ ایسا قات سالکوں کو اپنے کپڑے اتار
کر عطا کر دیتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے میں بڑا بڑا محسوس کرتے۔ فرمایا کرتے تھے۔
میں نے تمام اعمال صالحہ کی پیمان بنائیں کی ہے۔ ان میں سب سے افضل عمل بھوکوں کو
کھانا کھانا ہے۔ اگر میرے پاس دنیا بھر کے خزانے آجائیں تو سب کے سب بھوکوں پر
صرف کروں۔ (۱)

احباب سے سلوک

اپنے احباب کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کا پرتاؤ فرماتے۔ مجلس میں عزت و
تکریم کے ساتھ بٹھاتے۔ شیخ علی بن ابی نصر انتہائی بڑا عراق کے انقلاب میں رہے،
حضرت شیخ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ جب کبھی دو اپنی مجلس سے آپ کو بلانے کے
لئے بغداد آتے تو وہ دوسرے کے دروازے پر پچاس اتار کر کھڑے رہ جاتے۔ اس وقت

میں حضرت جینہ بغدادی و سمتہ اللہ علیہ اور جعفر غلدی جیسے صالحین لیے تھے۔ اس لیے یہاں حضرت اکثر آیا کرتے تھے۔ خود آپ کے مرشد صحبت شیخ حیدر کا مزار بھی انہیں تھا۔ حضرت خواجہ معروف کرخی اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر بھی بار بار تشریف لے جاتے۔

دلیادوں اور دنیا کی چیزوں کے لئے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی۔ آپ نے دولت کبھی جمع نہ فرمائی۔ جو کچھ آتا۔۔۔ انفرادی طلباء میں تقسیم ہو جاتا۔ آپ کی چند زمین اولاد میں مختلف اوقات میں دفتاریاتی رہیں، مگر آپ پر کوئی تغیر نہ آتا۔ ایک مرتبہ وہ خط کے دور میں ایسی خبر پڑی، مگر آپ نے پورے اطمینان سے وہ خط جاری رکھا۔ لوگ یہ اشتغال دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے ہاتھوں پہ رکھ کر دل سے کہہ دیتا ہوں کہ ”یہ میرا ہے۔“ (یعنی آخر سب لے لیا ہوتا ہے)۔ پس پھر اس کی موت سے مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

استغناء

فاضل دیوبندوں کی آپ قطعاً پر دانت کرتے، خواہ وہ کس ہو، خواہ حاکم وقت۔ ایک مرتبہ علیحدہ وقت مستقید باندہ ابو المظفر یوسف شرنبلوں کے دس توڑے لے کر حاضر خدمت ہوئے آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر اس کے اصرار پر قبول کیا۔ ہاتھ میں پکڑ کر چمڑیں، توان سے خون لپکنے لگا۔ علیحدہ مختیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ لٹوگوں کا چوساؤ خون ہے۔ اگر وشتہ رسالت کا پاس نہ ہوتا تو یہ خون تمہارے محلات تک پہنچتا۔ (۱)

جب بھی غلیظہ یا کسی اور حاکم وغیرہ کی آمد کی خبر ملتی، تو آپ اٹھ کر اندر کھڑے رہتے

جناب شیخ اقدس قریط حبت سے پکارے ”بھائی! میرے پاس آئیے۔“ اور پھر اپنے بھائی میں پاس بٹھالیتے۔ (۱)

عیادت

آپ کے اصحاب میں سے کوئی غیر حاضر ہوتا، اس کے حالات و ریاضت فرماتے، کوئی بیمار ہو جاتا، تو عیادت کے لئے تشریف لے جاتے خواہ سفر ہی اختیار کرنا پڑتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیخ علی بھٹکی بیمار ہو گئے تو آپ ان کی تیار پرسی کے لئے ان کی ہنسی زور بران میں تشریف لے گئے، جو بغداد سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے۔

اولیاء سے رابطہ

آپ اپنے عہد کے اولیاء اللہ سے ملنے کے بہت مشتاق تھے۔ ابتداً عمر میں بغداد کے جملہ اہل اللہ کی مجالس میں جاتے۔ تابع العارفین شہر میں وہ خط کیا کرتے تھے جس میں اکثر و بیشتر آپ شریک ہوتے رہتے تھے۔ آپ دوران سفر میں بھی ایسی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھتے۔ چنانچہ عہد طالب علمی کے ایک سفر میں شیخ شریف نقوی سے ملاقات کی۔ سفر شیخ ابن مرزوق اور شیخ ابو الدین سے ملاقاتیں ہوئیں۔ علاوہ ازیں بلاد عجم و ملک عراق کے اکثر زہاد اولیاء سے آپ کا ملنا جلتا ہے۔ (۲)

مزارات

کبھی کبھی قبرستانوں کی طرف بھی تشریف لے جاتے۔ بغداد کے مقبرہ شونیز میں

۱۔ اصحاب کی روایتوں کے لئے ان کا دیہ گول فرما کر تذکرہ بھی لکھتے تھے۔ لیکن ملائین کا دیہ کبھی گول نہیں فرماتے تھے۔ اگر کوئی صاحب مدد لائے تو بھی گول فرماتے تھے مگر تے نکال نہیں فرماتے تھے بلکہ حاضرین میں تحسین فرماتے تھے۔ جنہذا اصحاب میں سے کہ کوئی غصہ بھی آپ سے نہ ہو خوش خلق ہو سکتا۔ کہ مجاہد بان میں تھا۔ چنانچہ حضرت کاہرہ مست و معصوم کی خلیفہ کا قاضی حضور کو کچھ سے زیادہ مزید کوئی نہیں۔ (۳)

۲۔ دیکھئے مآثر الہامیہ فی مناقب شیخ عبد اللہ و دست و طے صفحہ ۳۰ (کوکب)

ملے جاتے۔ جب وہ آکر پیشہ جاتے تو آپ آجاتے اور دو تقسیم میں کھڑے ہو جاتے۔ آپ کی سوانح کی کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپ زندگی کے کسی حصے میں بھی کسی امیر، رئیس یا حاکم کے پاس گئے ہوں۔ ہمیشہ حکام و امراء آپ کے دربار میں حاضر ہو آکر تھے۔ (۱)

عبادت و خوف خدا

عبادت و ریاضت کا شوق میرا طبعی نہیں ملا تھا۔ شب بیداری و فرائض، مسلسل روزہ، تلاوت قرآن اور نمازات کے اشغال کی بہ کثرت روایات مذکور ہیں۔ ذوق تلاوت کا غلبہ ہوتا تو پوری پوری رات قرآن پڑھتے گزار دیتے۔ یاد الہی کے لئے کبھی مسجد میں، کبھی بستی میں اور کبھی ویرانوں میں بے تاب نظر آتے۔ مقبولیت و محبوبیت کے مقامات عالیہ پر فائز ہونے کے باوجود خوف خدا اس حد تک غالب تھا کہ شاید وہاں نہ۔

چہ روایت مصلیٰ الدین سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ آپ کو حرم کعبہ میں لایا دیکھا گیا کہ سرنگریوں پر کھائے، انھیں آنسو برساری ہیں اور عرض کر رہے ہیں۔ ”اے مالک اگر میں سزا کا مستحق ہوں تو قیامت کو مجھے ناجائز اٹھانا تھا کہ تیرے برگزیدہ بندوں میں شرمسار نہ ہوں۔“ اللہ اکبر! علامہ اقبال مرحوم نے اسی احساس کو اپنے قصیدے حسین بیکردن میں جلوس کر کے اس رہائی میں جلوہ گر کر دیا ہے۔

چلایان چوں و سدا ایام عالم بند شود بے پردہ ہر پوشیدہ و نظیر
مکن ز سوا حقوہ خواہ بد را حساب باز چشم او نہای کیر

۱۔ علامہ و شاعر علامہ نے انشائیہ طرز کے اشعار میں شامل اپنے مطالبے میں لکھا ہے۔ ایک مرتبہ علیہ رحمۃ اللہ، عثمانی کے ایک کاتب نے آپ سے ملنے کے لئے آپ کو آپ کی ملاقات کے لئے باہر تشریف نہ لائے۔ کئی مہینوں پہلے ہاکر عثمانی کے بعد باہر نہ گئے۔ (کتاب)

رزق حلال

اسلاف کی طرح آپ مشکوک ردوی سے کئی اجتناب فرماتے۔ رزق حلال کا سوکھا کھانا خوش رہتے۔ نمازات کے زمانے میں کئی دفعہ شہر آتے مگر طیب چیزیں نہ ملتی، تو پھر وہاں صحرانوں کو چلے جاتے۔ مسند تبلیغ اور شاپہ مستحسن ہونے کے بعد بھی اپنے کھانے کے بارے میں نہایت محتاط رہے۔ اپنے متعلقین میں سے کبھی کبھاروں کے ذمے یہ خدمت تھی کہ وہ ہر سال اپنی عمرانی سے گیارہ ماہ کا فصل تیار کر کے لاتے۔ پھر خاص خدام ہی اسے پیٹتے اور چند روٹیاں پکا کر سامنے حاضر کی جاتیں۔ آپ روٹیوں کے ٹکڑے کر کے کچھ اپنے لئے رکھ لیتے اور باقی احباب خاص میں تقسیم کر دیتے۔ یہاں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں رزق حلال کیا اہمیت رکھتا ہے۔ طبیعت میں علم اور نردباری کی شان غالب تھی۔ کسی ذاتی یا خاندانی معاملے میں کبھی غصہ نہ فرماتے۔ عوام یا خواص کسی سے کوئی لغزش نہ ہو جاتی تو اسے معاف فرما دیتے۔ آپ کو اپنے خدام کی جھلکان کا علم ہوتا۔ لیکن درگزر سے کام لیتے۔ الیست حدود انہی کے بارے میں نہایت سخت گیری فرماتے۔ سنت کی پابندی پر خود بھی کاربند تھے اور متعلقین کو بھی یہی تعلیم کرتے۔ شیخ ابو القاسم بزاز اور شیخ ابو عبد اللہ بغدادی نے سرکار بغداد کے اخلاق کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:-

”آپ کے اخلاق نہایت محبوب، اوصاف از حد پاکیزہ تھے۔ ہر رات عام دسترخوان بچتا۔ مہمانوں کے ساتھ کھاتے۔ کمزوروں کے ساتھ پیشہ پتاروں کی عیادت فرماتے۔ طلباء سے خاص اہس رکھتے۔ اپنے بزرگ، فقیہ، خطائیں معاف کر دیتے۔ جو شخص قسم کھاتا اسے سچا قرار دیتے اور اس کے متعلق اپنا علم پوشیدہ نہ رکھتے۔ آپ سے زیادہ صاحب حیا میں نے کوئی نہ دیکھا۔“ (صفحہ ۱۰۴)

”سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ رقیب القلب، خدا سے بہت ڈرنے والے، بڑی ہیبت والے، از حد کریمہ والا خلاق اور پاکیزہ طبع تھے۔ بخارم الملیٰ کی ہے حرمستی کے وقت سخت کیر تھے مگر اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیتے۔“ (بچہ صفحہ ۱۰۵)

ان چند سطور میں آپ کے اطلاق عالیہ کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ تاہم اس آئینے کے برگوئے میں ”مطلق عظیم“ کی کریمیں جھلکاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ رب کریم اس آدم و عاصی کو اور جہنہ مسلسل ان کو اس مبارک زندگی کی روشنی میں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے!

ازواج و اولاد

آپ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ۳۰، ۳۱ سال کی عمر تک آپ غمزدہ رہے۔ ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں نے محض اجازت کے لئے نکاح کیا ہے۔

صاحبزادے

اللہ تعالیٰ نے دیگر انعامات کی طرح اولاد بھی بکثرت عطا فرمائی، جو سب کی سب علم اور تقویٰ میں ممتاز ہوئی۔ ذیل میں آپ کے چند فرزند ان گرائی کا ذکر کیا جاتا ہے جو علم و فضل کی بلندیوں پر چمکے اور دنیا خدمات میں اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلے۔ (۱)

1۔ شیخ عبد الوہاب

بڑے صاحبزادے شیخ عبد الوہاب تھے۔ مجاہدیت و ریاضات میں ولید ماجد کے طریق پر کام کرتے ہوئے علوم میں بہت محنت کی۔ حتیٰ کہ والد ماجد کے در سے میں بدر کر مقرر ہوئے۔ سن ولادت ۵۲۲ھ یا ۵۲۳ھ اور سن وفات ۲۵ شوال ۵۹۳ھ ہے۔ بغداد کے مقبرہ علیہ میں مزار ہے۔

۲۔ شیخ حافظ ابو بکر عبد الرزاق

حافظ کا لقب ولادت کرتا ہے کہ آپ حافظ حدیث ہوں گے کیونکہ اس زمانے میں علماء حافظ کا اطلاق ہی معنی پر ہوتا تھا۔ روحانیت میں صاحب کمال اور وحی کا لیل

اور دیگر صاحبزادگان نیز آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، گرائی اور تکرہ کیلئے دیکھئے، خلا کا لیل ۲۴ تا ۵۵۔ (کوکب)

علمی زندگی

دینی خدمات کو مقصد حیات بنانے والوں کے لئے علوم دینیہ کی تکمیل واقفیت اور عام علوم سے بقدر ضرورت آگاہی نہایت لازم ہے۔ جاہل اور بے خبر اس وادی میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ یہی باعث ہے کہ اسلام کے جملہ مجددین و مبلغین، علم و فضل میں بہت بلند پایہ واقع ہوئے ہیں۔ چونکہ ہمارے ممدوح حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی ساری زندگی تبلیغ و اصلاح میں موزی رہی اس لئے یہ امر از حد ضروری ہے کہ آپ کے علمی مقام پر نہایت واضح اور مفصل تبصرہ کیا جائے تاکہ ایک فاضل اور صاحب بصیرت مبلغ کی حیثیت سے آپ کی مساعی کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

طلب علم

یہ ایک عجیب بات ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے ابتدائی حالات عموماً قدرت کی شان بے نیازی کے مظہر ہو کر پڑتے ہیں۔ جس ماحول میں وہ ظاہر ہوتے ہیں اس کی فضا میں ان کے مقاصد کے بالکل برعکس ہوتی ہیں۔ ان کی راہ میں ہزاروں کھنڈے اور لاکھوں رکاوٹیں آتی ہیں لیکن ان کا فرقہ جتو مان کا دروگرہ اور ان کا چندیہ کل ہر مشکل پر قابو پاتا ہوا پالا خر منزل سے استعارہ ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے۔

بالکل ایسے ہی حالات میں حضور غوث پاک کا ظہور ہوا۔ آپ کا گھر لائبریری و نجیب تو ضرور تھا مگر معمول اور باثروت نہ تھا۔ آپ کے والد ماجد کا کل ترکہ ادنیٰ

تھے۔ آپ سب سے زیادہ حضرت شیخ کی صحبت میں رہے اور شیخ کے سوانح کا ایک کثیر حصہ ان کا ہی قلم نے محفوظ کیا۔ ۵۲۸ھ ۱۸ دیکھ کر کوئید ۱۲۰۱ء ۶۱۰۳ھ میں فوت ہوئے۔ حزاہ بلند پایہ حرب میں ہے۔

۳۔ امام شرف الدین ابو محمد عثمانی

سن ولادت معلوم نہیں ہو سکا۔ زاید و قلی اور بلند پایہ عالم تھے، ایک مدت تک علوم کا درس دیتے رہے۔ صاحب تصانیف، اور شعر و سخن کا مذاق بھی رکھتے تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد دوسرے سال یعنی ۵۶۴ھ میں شام چلے گئے۔ پھر مصر آ گئے۔ جہاں ۱۲ رمضان ۵۷۲ھ میں وفات پائی۔ محلہ قراقہ مصر میں مدفون ہوئے۔ (۱)

۴۔ شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ

ولی اللہ اور محدث تھے۔ سن ولادت معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخ وفات ۹۰۰ھ ۵۱۵ھ ذیقعد ہے۔ حلبہ بغداد میں دفن ہیں۔

۵۔ شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

صاحب باطن اور ولی کامل تھے۔ ۵۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ مزار مبارک بغداد میں ہے۔

یک چر طبیعت رویں بزم کہ از پر تجر کان

ہر کما می گمری انجمنے ساختہ اند

ترجمہ: دراصل اس بزم میں ایک ہی چراغ جلوہ گر ہے اور ہر طرف اسی کے پرتو سے انجمن آرائی کی گئی ہے۔

۱۔ آپ کا ایک تالیف "تہذیب الاسرار و لطائف الاولیاء" کا کہ صاحب قلمہ ابوہریرہ نے کیا ہے اور تالیف ہے کہ اس کا موضوع علم غیوب ہے۔ حاتی ظنیف نے مراد یہ کی ہے کہ حضور کے ۳۰۰ سال قبل جن کی صورتیاد کرنا کفر و شرور ہے چنانچہ ظنی ہیلاً و کمرہ و کولہ و اس شخص کا کہ جس میں جمیل ذریعہ کے ساتھ سب سے بڑے ہیں۔ دیکھئے قلمہ ابوہریرہ ص ۳۴۔ کتب انھوں کا نام ۱۱۲۔ علامہ رشید رضا نے دائرۃ المعارف للحدیث میں اپنے مقالے میں اس تالیف کو ظنی سے حضور غوث پاک کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ دراصل یہ آپ کے صاحبزادے ابو محمد عثمانی کی تالیف ہے۔ (کتاب)

اثر فیاں تھیں جن میں دو بھائی برابر کے حصہ دار تھے۔ پھر اوائل عمری میں والد کا انتقال ہو گیا۔ اب تربیت نانا کے سپرد ہوئی جو ایک ذابذ اور گوشہ نشین درویش تھے۔ ان کو ذرا مالی حالات کے علاوہ چیلان کا قبضہ اور ٹیپ کی بستی ایسے مقامات تھے جہاں بلند معیار کی علمی اور فکری تربیت کا کوئی بھی انتظام موجود تھا مگر انہیں بے سروسامانیوں اور ماحول کی سرد دھیموں میں تائید و توثیق الہی کے مضبوط ہاتھ نے آپ کو ٹھیک اسی راہ پر ڈال دیا، جس میں آپ نے عمر بھر کام کرتا تھا۔ یعنی اپنے گھر میں اور اپنی بستی کے مکان میں آپ ابتدائی تعلیم کیلئے تندرے کے ساتھ مصروف ہو سکے۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو اعلیٰ تعلیم کے لئے چار سو میں کا پانچ سو سفر طے کر کے بغداد پہنچے جہاں آج ہی خطہ اور دیگر مشکلات سے واسطہ پڑا۔ میں دس دن تک قافہ رہتا اور اشقیاں چہیت میں لگتا تھا۔ کبھی کبھار والد کو کچھ پیسے روانہ کر دیتی تھیں مگر وہ ضروریات کے لئے ناکافی ہوتے۔ ان تمام مصیبتوں کے باوجود آپ نے تحصیل علم کی مہم کو حیرت انگیز استقلال کے ساتھ جاری رکھا اور بغداد میں تعلیم کے جتنے ممکن ذرائع ہو سکتے تھے آپ نے ان سب کو اختیار کیا۔ یعنی نظامیہ میں داخلہ لینے کے ساتھ ساتھ آپ بعض دیگر اعلیٰ مراکز سے بھی وابستہ ہوئے جیسا کہ پہلے حصے میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ علاوہ ان میں بغداد کے ملا، دوشلاہ اور محمد شین و فہشاہ ملاقاتیں کرتے رہتے اور اہل علم کی خالص وحدہ میں شریک ہوتے۔

محنت اور شوق کا یہ عالم تھا کہ فارغ اوقات میں بھی اپنا کام جاری رکھتے۔ اس مقصد کے لئے آپ نے دو لشت بچیں، بار کبی تھیں۔ ایک جنگل میں تھی اور دوسری بغداد کے حنفی قلعہ شریہ کی مسجد میں تھی۔

اساتذہ (۱)

بغداد میں جن فضلاء سے آپ نے علوم عالیہ کی تحصیل کی ان کی فہرست درج کی گئی ہے۔

- ۱۔ قاضی ابی سعید مبارک بن علی خزری
- ۲۔ محمد بن حسن ہاشمی
- ۳۔ محمد بن عبدالکریم بن نبی
- ۴۔ محمد بن علی بن مہمون النرسی
- ۵۔ ابو بکر احمد بن مظفر
- ۶۔ جعفر بن احمد القاری السمرقانی
- ۷۔ علامہ ابو ذکریا یحییٰ بن علی حمزوی
- ۸۔ ابو البرکات طلحہ بن احمد العادلی
- ۹۔ ابو منصور عبد الرحمن القزوازی
- ۱۰۔ ابو الحسین المبارک ابن الطیم دلی
- ۱۱۔ ابو نصر محمد
- ۱۲۔ ابو غالب احمد
- ۱۳۔ ابو عبد اللہ یحییٰ
- ۱۴۔ ابو العزیز محمد بن طارق اشقی
- ۱۵۔ ابو البرکات جہا اللہ الشافعی
- ۱۶۔ ابو طاهر عبد الرحمن بن احمد
- ۱۷۔ ابو غالب عبد القادر بن محمد
- ۱۸۔ سہیل بن عمر صہبانی
- ۱۹۔ ابو القاسم علی بن احمد کرشی
- ۲۰۔ ابو انشاء علی بن عقیل
- ۲۱۔ ابو الخضر محمود بن احمد گادوانی
- ۲۲۔ ابو الحسن محمد بن قاضی ابی بھلی
- ۲۳۔ محمد بن حسین بن محمد فرار

علوم قرآن

سب سے پہلے آپ نے قرآن حکیم حفظ کیا (قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن وطن میں ہی یاد کر لیا تھا) پھر قرأت و تجوید اور روایات مندولہ کے ساتھ قرآن پڑھا۔

۱۔ حضرت کے اساتذہ کے استاد کرائی کے علمی مقامات، عہدہ تحصیل کے کن کن نبیوں، اساتذہ سے کیا کیا حاصل کیا۔ اس کے لئے دیکھئے بیاد السردس ص ۵۰ (مکتوب)

فقہ و اصول

علوم فقہ و اصول فقہ مندرجہ بالا فہرست میں سے پانچ اساتذہ سے حاصل کئے جن کے اساتذہ ۲۰۲۰ء تا ۲۰۲۳ء میں مذکور ہیں۔

تفسیر و حدیث

تفسیر الفضل العلماء ابو محمد جعفر اور بحر العلوم ابو سعید ودائی سے پڑھی۔ ہائی کے ۱۱ اساتذہ شیوخ حدیث ہیں جن سے آپ نے حدیث و اصول حدیث کے جملہ علوم پڑھے۔ اہل بیات عربیہ کی تعلیم علامہ تبریزی سے حاصل کی۔

اساتذہ کا مقام

جن فضاء کے نام آپ کے اساتذہ کی فہرست میں آئے ہیں، یہ اس وقت کی اسلامی دنیا کے بلند پایہ علماء تھے۔ حضرت قاضی ابو سعید خرمی رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ کے عہد سے پوزیشن تھے اور علوم میں تمام تھے۔ علامہ ابو زکریا تبریزی نظامیہ یونیورسٹی میں عربی لغت اور عربی ادب کے مدرس اعلیٰ تھے۔ ان کے قلم سے بہت سی قیمتی تصانیف نکلیں مثلاً شرح المصباح، شرح دیوان حماسہ، شرح دیوان شہید، شرح دیوان ابن ابی تمام، شرح القصائد البعثہ، شرح منطق الزوائد، الکافی فی المعروف والقبولی اور تفسیر القرآن والاعراب وغیرہ۔

ای طرح ابو الغلاب مخطوط گلدانی، ابو الحسن بن قاضی بعلی اور محمد بن حسین الغفران، خطی، اہل علم میں چوٹی کے علماء تھے۔

علمی مقام

طلب علم کی سطور پر ہزاروں میں محنت، حقوق، جستجو اور تحمل و استقلال کا راز اور

لے کر چلنے والے اس عظیم طالب علم کو فاضل ایڑی کے رست و رست نے وہ عظیم سلسلہ عطا کیا کہ رہائے اسے علوم و حکم کی بلند یوں پر بارگاہ کی طرح چمکے ہوئے دیکھا اور عوام و خواص سب کو اس کے علمی مقام کا اعتراف کرنا پڑا (۱)۔

علامہ جوہری (۲) کی حیرانی

علوم دینیہ میں سب سے اہم، علم تفسیر ہے۔ علم تفسیر میں حضرت شیخ کے مقام کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ علامہ ابن جوہری اپنے ایک رفیق سمیت شہر کی مجلس میں آئے۔ قاری نے ایک پڑھی اور جناب شیخ اس کی تفسیر و توضیح میں اقبال بیان کرنے لگے۔ جب ایک توجہ کا یہاں ختم ہوا تو علامہ جوہری کا سامنی ان سے پوچھتا کہ کیا یہ توضیح آپ کے علم میں ہے؟ ”وہ کہتے“ ہاں۔“ یہ سلسلہ علمیار و توجہات تک تو جاری رہا مگر اس کے بعد جب آپ نے بارہویں، حیرہویں، چودھویں، اور علیٰ ہذا القیاس چالیس تک توضیحات بیان کر لیں، اور ہر قول کے قائل کا نام بھی بتلایا تو علامہ ابن جوہری حیرت کا مجسمہ بن کر گرے۔

اجتہاد

احادیث، فقہ، شریعات اور مذاہب آئمہ پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ خود صاحب اجتہاد تھے۔ چنانچہ جن مسائل میں اپنے خطی مسلک سے آپ کو اختلاف ہوتا، ان میں اپنے ذاتی اجتہاد پر عمل پیرا ہوتے تھے لیکن عجیب اتفاق ہے کہ آپ کے ذاتی اجتہاد میں عموماً جو دعویٰ اس خطی کتاب کا ذکر یوں فرماتے ہیں ”وہ مجمع علوم اساتذہ فرماؤ، ہاں ہاں“ ”مجمع علوم اساتذہ بلکہ کافہ علمائے ہند و گزشت حتیٰ حال اہل اہل و مصدر متجہ و مجمع فی النجی دیکھئے وغیرہ الخ (طراص) (۱) آئی“

اس سے عموماً علمین بن علی بن محمد المعروف بالہندی (ہندی) نے (۵۰۰) عہد مراد ہے۔ شیخ خطی نے یہ واقعہ علامہ ابن الجوزی کے صاحبزادے ابو محمد یوسف بن ابی القاسم علی بن الجوزی کے حوالے سے نقل کیا ہے، انھوں نے واقعہ اور انھیں اس واقعہ کی حقیقت نے تائید کی ہے اور تھمہ سے علامہ ابن الجوزی (ایک مرتبہ شیخ کی مدینہ عبد اللہ و جلی کی مجلس دعا حاضر ہوئے اور ان کے بعد دعا پڑھائی۔ دیکھئے تھمہ اسرار ص ۱۸۸ (کو کتب)

بہدات، عموماً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے مطابقت رکھتے ہیں اور میرے نزدیک یہ امر آپ کی قیمتی ہستی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

علامہ آزمائش کو آئے

اختلافات اور وقتی و مطلق مسائل میں اس قدر اختلاف تھا کہ بعد اوش آپ کی جاز و شہرت سن کر مبلغ دای الہی علم آپ کی علمی کیفیت جاننے کے لئے آئے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی معلومات میں ایک سے ایک انتہائی مشکل سوال اپنے ذہن میں جوڑ دیا ہوا تھا۔ جب مجلس میں پہنچے تو سرکارِ بغداد نے روحانی تصرف سے معلوم کر کے ان کے سوالات بھی بتا دیے اور سب کے منسل جوابات بھی فرما دیے۔ شیخ مفرج بن جہان (۱) جو واقعہ کے راوی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ علوم نبوی علیہ السلام بحر و شکر دیکھ کر ان لوگوں کی جھنجھٹیں نکل گئیں اور قدموں پر گر پڑے۔

مورخین کی رائے

دیلمائے علم میں آپ کے مسلم ہونے کا ایک درخشاں ثبوت یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے حاکم اور قدور مورخین نے آپ کی جلالت علمی کا تذکرہ شاندار الفاظ میں کیا ہے مثلاً حافظ ابن الدین نے طبقات میں آپ کو ”پے دور کا امام“، ”علامۃ الخلیفین“ لکھا ہے۔ صاحب سیرت اشعرا نے ”معقل العلم“ (چاہا علم) قرار دیا ہے۔ حافظ ابو سعید سنائی کا بیان ہے (پنی تاریخ میں) کہ آپ بہت ہی اہل مذہب تھے اور میں نے آپ سے بہت سی احادیث قلم بند کیں۔ امام ابو عبد اللہ اصبہانی نے ”تہذیب العلم“ (تہذیب زیادہ علم رکھنے والے) کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور حافظ عماد الدین اذن کثیر نے اپنی تاریخ میں یوں تذکرہ کیا۔ کان لہ الید الطویل فی الحدیث والفقه۔ علوم حدیث اور فقہ میں آپ کو کمال دیکھا حاصل تھی۔

پورا تاریخ بن جہان بن برکات لکھتی ہے، امام احمد بن حنبل کے تلمیذ تھے، روایت سے تمام ائمہ اہل علم کے علم پر مروج ہے (کوئی)

علمی خدمات

آپ کی علمی خدمات پر نظر اٹائے تو یوں محسوس ہو گا کہ جیسے آپ نے قرونِ اولیٰ کے فقہاء و ائمہ دین کے دوش بدوش کام کیا ہے۔ اس آپ کی سب سے اہم چیز شعبہ تعلیم و تدریس ہے جسے آپ نے ایسے معیاری طریق سے نبھایا کہ اس سے زیادہ ممکن ہی نہ تھا۔

بدرِ مسد

پچھلے گزرا ہے کہ قاضی ابو سعید عمری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی درسگاہ آپ کے سپرد کر دی تھی۔ آپ نے اس بارِ اعلیٰ کی توسیع کی اور طلباء کی بہت بڑی تعداد کے لئے انتظامات مہیا کئے۔ عمارت سے فارغ ہو کر ۵۲۸ھ میں تعلیم و تدریس کا کام وسیع بنانے پر شروع کیا اور سینکڑوں طلباء نے فائدہ لیا۔

طلباء کی تعداد

ایک روایت کے مطابق آپ کے ہاں چھ سو طلباء ایک وقت میں تعلیم پاتے تھے۔ طلباء کا یہ کثیر تعداد ایک ایسے مدرسے میں حیرت انگیز ہے جس کا انتظام صرف ایک شخص سے متعلق ہو اور مدرسے کے لئے کچھ وقت کے نذرانے قبول نہ کیے جاتے ہوں۔

اوقاتِ تعلیم

تعلیم تقریباً دن بھر جاری رات کو خود آپ دینا کا سارا وقت مدرسے میں گزارتے۔ کل دوپہر کی نشستوں میں علومِ درسیہ کے اسباق ہوتے اور ظہر کے بعد

علوم قرآن کے لئے ایک خاص نشست تھی جس میں آپ کا دم اللہ کے محارف بہین فرماتے تھے۔ (۱)

دور کے طلباء

بغداد کے عاود بن یحییٰ، حران، ہرانت، حجاز، شام اور مصر کے طلباء بھی آپ کے ہاں تعلیم پاتے تھے۔ اسلامی ریاستوں و دروازوں کے لوگ آپ کے ہاں آتے، فیضیاب ہوتے اور پھر اپنے علاقوں میں جا کر دینی خدمات میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کے مدرسے کے اکثر طلباء دیانے علم و حکمت میں آئمہ و شیوخ کے القاب سے ممتاز ہوئے۔

دیگر مدرسین

مدرسے میں دوسرے مدرسین کی بھی کثیر تعداد موجود تھی جن میں آپ کے بعض صاحبزادگان بھی شامل تھے تاہم کام کا بہت بڑا حصہ آپ خود ہی سرانجام دیتے تھے۔ موصول کے ایک عالم فخر حسی کا بیان ہے کہ جناب شیخ خیر، علوم کے اسباق عالیہ خود پڑھاتے تھے، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور اختلاف مذاہب کی تدوین میں زیادہ دیکھتی پڑھتے تھے۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ میں آپ کے دارالعلوم میں آئے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جو طالب علم اس درس گاہ میں داخل ہو جاتا تھا، پھر کسی دوسری جگہ کو بھی رخ نہ کرتا کیونکہ یہاں علوم کی ہر شاخ پر کمالیت اعلیٰ تعلیم میسر تھی۔

مبلیغین کو تربیت

جو طالب علم تحصیل سے فارغ ہو جاتا اسے کسی مناسب مقام پر کام کرنے کے

اعلاء و ترقی و شاخ کے طالبات ہیں۔ (تفسیر احمدیہ، فقہ اور اختلافات فقہی کی چاروں کتابیں، آپ خود پڑھاتے۔ اس کے علاوہ ان کے دو بیٹوں کنان و پ (یعنی شیخ شام) آپ کے دوسرے تفسیر و حدیث، فقہ اصول اور علم نحو کے طلباء پڑھتے اور تھری کی نذر کے بعد آپ کے ہاں قرأت قرآنی کا درس ہوتا تھا دیکھئے (مازہ) المعارف للعلما ص ۲۲۱ (مکتبہ))

لئے دولہ فرما دیتے تھے مگر پہلے اپنی نگرانی میں سمجھ و راستے کام کرتے کا موقع دیتے تاکہ پختگی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ملک شام کے شیخ زین الدین آپ کے مدرسے میں ایک مرمہ تعلیم پاکر فارغ ہوئے تو جناب شیخ نے پہلے خود اپنے ہاں بغداد میں ان کے وعظ و تہذیب کرانے اور ہر طرح منظرین ہو جانے کے بعد انہیں دمشق جانے کی اجازت دے دی۔ بعد میں وہ دمشق سے مصر آکر تبلیغ زندگی میں مصروف ہو گئے اور ۵۹۹ھ میں یہاں انتقال کیا۔ آپ داعی مصر کے لقب سے معروف تھے۔ حکام و امراء ان کا زور احترام کرتے۔ ایک مرتبہ کسی ملکی خدمت کے صلے میں ڈیڑھ لاکھ دینار ان کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے۔

شیخ زین الدین بھی اپنے محبوب مری و معلم کے نقش قدم پر تمام عمر دینی خدمات میں مشغول رہے اور یہی عالم ان صد ہائے دقا تھا، جو آپ کے دارالعلوم میں تعلیم پاکر اسلامی دنیا کے طول و عرض میں پھیل چکے تھے۔ آپ کے تربیت دادہ شیخوں علماء و علماء میں سے چند ناموں کی فہرست درج ذیل ہے۔

چند علماء

شیخ احمد بن وہب ہروی، قاضی القضاۃ عبدالملک بن عیسیٰ، شیخ زین الدین شامی داعی مصر، محمد بن ابی ہریرہ، یحییٰ بن ابی ہریرہ، عبدالملک بن کالیانی، عثمان بن کالیانی، عبداللہ بن عبدالملک کالیانی، عمر بن احمد بنی، عبداللہ بن نصر کبری، علی بن ابو طایر افساری، محمد بن ابومکارم یسوی، عبدالجبار بن ابوالفضل البغوی، محمد بن احمد بن یحییٰ، عبدالملک بن ابیال، عبدالغنی بن عبد الواحد المقدس، رافع بن احمد، دحیم بن اسلمیل منصوری، امام ابن قدامہ حنبلی، ابراہیم ابن ابی ہریرہ، جلال بن منظر عاتولی، عبدالکرم بن علی حنفی، عبداللہ بھائی، عثمان یاسری، ابراہیم حسینی، ابانے عبدالرحمن،

عبداللہ بن محمد بن ولید، عطیف بن زیاد بنی، صالح عبداللہ بن حسین اکبری، شریف احمد بن منصور، امام ابو عمرو عثمان شافعی، ملائقہ بن ابوالقاسم ابن ابوجبر احمد، علی بن ابی بکر بن اور بنیں، شیخ محمد بن قاسم الدرائی، عبدالعزیز بن ابی نصر، شیخ طلحہ بن مظفر ہاشمی، شیخ عبداللہ روکی، حسن بن عبداللہ انصاری، شیخ ابو محمد حسن القاوی۔

فتویٰ نویسی

درمکھ میں فتاویٰ کے لئے ایک مستقل شعبہ تھا مگر اس شعبے کا اکثر کام بھی آپ نے اپنے ذمے ہی لے رکھا تھا۔ ہوتے ہوتے یہ شعبہ بہت زیادہ وسعت اختیار کر گیا۔ تقریباً عراقی عرب و عراقی جم کے اکثر شہروں کے استفتاء آپ کے پاس آئے تھے۔ کام کی کثرت کے باوجود آپ کے ہاں فتاویٰ نویسی میں تاخیر نہ ہوتی تھی۔ ملک صالح شیخ عبدالرزاق اور شیخ ابی قاسم عمر بزاز حیرت سے بیان کرتے تھے کہ ہم نے بھی اپنا نہیں دیکھا کہ آپ کے دلائل فتاویٰ میں کوئی استفتاء ایک رات سے زیادہ رکھو۔ طبیعت میں اس قدر احتیاط تھا کہ سوال پڑھتے ہی پرستہ جواب تحریر فرما دیتے۔ مگر کبھی ایک موقع بھی ایسا نہ آیا کہ کسی نے گردن کی ہو۔ عراق کے بڑے بڑے علماء جب آپ کے تحریر کردہ جوابات پڑھتے تو آپ کی قیمتی بصیرت پر انکشت بد نہاں رہ جاتے۔

فتویٰ عجیبہ (۱)

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں ایسی عبادت نہ کروں جو دنیا میں اس وقت اور کوئی نہ کرے تو تجھے تین ملاقیں دیں گی۔ اس استفتاء کے لئے عرب و عجم کے مفتی سر بہ گریبان تھے مگر جب جناب شیخ کے دارالافتاء میں وہ پہنچ آیا تو آپ نے ۱۔ بعض اوقات یہ دلائل امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف لکھیے مطلب کیا کہتا ہے مالاکہ شیخ طحاوی نے اسے بالمراد سے حضرت نوٹ ممدانی کے دلائل میں درج کیا ہے۔ دیکھئے ہجۃ الامراء ص ۱۸۰ (کوئٹہ)

نور اس کی پشت پر لکھ دیا:

”اس شخص کے لئے خانہ کعبہ کچھ دیر تک حلال کر دیا جائے تاکہ یہ اکیلا طواف کرے۔ اس طرح اس کی قسم پوری ہو جائے گی اور بیوی کو طلاق نہ ہوگی۔“

آپ کے اس بے نظیر جواب پر، عراقی کی دنیائے علم میں حیرت و تعجب کی لہر دوڑ گئی۔

آپ کا مسلک

گو آپ حنبلی انداز ہوتے مگر فردوس میں حنبلی مسلک کے کلی طور پر پابند نہ تھے کیونکہ آپ خود قہقہہ تھے۔ چنانچہ اکثر مسائل اور فتاویٰ ذاتی اجتہاد سے بیان فرماتے جو حنبلی مسلک سے مطابقت رکھتا تھا۔ پھر ایک تعلیم و تدوین اور فتاویٰ نویسی کی یہ خدمات ۵۴۸ھ سے شروع ہو کر سن وفات ۵۶۱ء تک یعنی ۳۳ برس کی مدت تک جاری رہتی تھیں۔

ان امور کے مطالعے سے، جناب شیخ کی ”علیٰ زندگی“ کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ خود کرنے سے معلوم ہوگا کہ علوم دینیہ میں اس فخر و بصیرت کا مالک اور شریعت کی تعلیم میں ایسی گراں قدر خدمات کا حامل، آپ کے اس دور میں دوسرا کوئی شخص نظر نہیں آتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ میں اس پائے کی ہستیاں عزیز و نامور ہی ہو کر رہی ہیں۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں ولید و نرید

روحانی زندگی

مجاہدات

پہلے جسے میں حضرت غوث مہدائی کی ریاضت و مجاہدات کا ذکر آچکا ہے کہ آپ کے دن کس درجہ تک میں اور راتیں کس سو گدھا میں گزرتی تھیں۔ رات کی خاموشیوں میں قرآن کی تلاوت شروع کر دیتے تو کھڑے کھڑے صبح ہو جاتی۔ غلوت پڑھ کر ہی کے وقت میں نکلے تو ہر دم تک صحرائوں میں غواہن آرائی دے اور طویل مدتوں تک انسانی چہرہ نہ دیکھا۔ تو اعلیٰ تلاوت اور دُعاؤں شب بیداری، نفس کشی، جہد و ریاضت اور تہماشی کا یہ دور آپ نے بڑے اشتغال کے ساتھ طے کیا۔ (۱)

مجاہدات کی ضرورت

گو یہ بات اہل جہد پر درست ہے کہ اکابر دین کا مقصد حیات دراصل عبادت دین سے متعلق ہوتا ہے مگر اس سلسلے کے کمال کے لئے زندگی میں ریاضت و غلوت کا دور آتا بھی ضروری ہوتا ہے کیونکہ ایک کامل داعی دین کے لئے دین کے واقفیتی اور روحانیت کے اسرار غیبیہ سے واقف ہو گا۔ ضروری ہے تاکہ وہ طہائیت قلب کے مقام پر پہنچا ہو کر دین کی صدا بلانے کرے اور یہ اطمینان قلب یا مشاہدہ حقیقت ایسی

۱۔ حضرت شیخ عقیق (عبداللہ بن محمد بن ابی بکر) کی روایت ہے کہ میں نے حضرت غوث نے فرمایا میں نے کچھ سال تک گھر کے گوشے میں عرق کے صحرائوں اور بھائیوں میں گھومتا رہا۔ (ابن عابدی) بہتم کہ غورم کا غور، دہن و دہستہ دے یا ہرین، نکوشت و مہدی، ہرگز مہدے کہ اقدار مہمہ، عکس۔ (یکے شہادۃ اللہ) (آسی)

دولت ہے جو غلوت و تجرد کی پاکیزہ اور خاموش فضاؤں میں عطا ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ انبیاء کی زندگیوں میں بھی ایسے سرے ملے موجود ہیں۔

گوہر مقصود کی تلاش

اسی حقیقت کے پیش نظر ہمارے مہدج اور اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم دین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سنت انبیاء کے مطابق تجرد اور تنہائی کی یہ راہ اختیار فرمائی۔ گوہر مقصود کی تلاش میں کبھی عارفین و اولیاء سے ملنے کبھی راتوں میں محو مباحثات ہوتے اور کبھی بے یار و مددگار کی شبیہ و شرفی سے دل برداشتہ ہو کر دریاؤں کے کناروں اور صحرائوں کی وسعتوں میں جا نکلتے۔ لیکن اس باب میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ یاد رہے کہ حضرت شیخ زندگی کے ہر دور میں سنت مصطفویؐ کے پوری شدت کے ساتھ پابند رہے۔

نفس کے ساتھ یہ کشمکش جنگ اور منزل حقیقت کی راہوں میں عاشقانہ تک و دو کا یہ متنازعہ سلسلہ، توں تک جاری رہا اور اس دور میں آپ نے خطرات و غدشات نفس کا تجزیہ آخری حد تک کر لیا۔ خود فرماتے ہیں:

"ایک سال میں دس سو کے تعلقات قطع کئے، ایک میں اسباب خلق کے بندھن توڑے، ایک میں خطرات قلب کے واسطے ختم کئے اور پھر خواہشات نفس کو متعلق کرنا ہوا تو کل کے دروازے پر آیا۔ یہاں طالبین کا کھم بلیا۔ آگے بڑھا اور شکر کے دروازے کو دیکھا۔ پھر غنا، اور مشاہدے کی منزلوں سے گزرا، مگر ہر جگہ بھوم نظر آئے، آخر میں فقر کے دروازے پر پہنچا جہاں مکمل سکون تھا۔ یہاں داخل ہوا تو فضل الہی نے آگے بڑھ کر دیکھ کر

کی اور روحانی خزانوں سے مالا مال فرمادیا۔“

منزل

اس طرح کچیس برسوں کی صبر آزمائش میں یہ وشوار گزار راستہ ختم ہوا اور خدا نے تعالیٰ نے آپ کو منزل سے ہمکنار کیا۔ حقائق قدرت کا مشاہدہ و معاہدہ ہونے لگا۔ ”فکلام امر“ کے سلسلے میں ہو گئے جو حرور و حانیت والوں کی مرجعیت و مقتدا بیت عطا ہو گئی۔ وقت کے اولیاء اور زمانے کے انقلاب و ابدال نیا منہ کی کی نسبت پر فکر کر رہے تھے۔ شیخ عسکونی لکھتے ہیں۔

اولیاء میں احترام

”شیخ باہن بلوہ شیخ ابو سعید قلیوی اور شیخ علی بن ابی نصر یسقطی رحمت اللہ علیہم جناب شیخ کے مدرسے کی طرف آتے تو پہلے دروازے پر چھاؤ دیتے اور چھڑ کاڑ کرتے اور بغیر اجازت دروازے میں داخل نہ ہوتے۔ جب جناب شیخ اپنے پاس بیٹھنے کے لیے فرماتے تو نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ کبھی جناب کی سواہی کی کھما جاتی تو یہی اولیاء زمان آگے بڑھ کر لگائے جاتے۔“ (۱)

راج پر تشریف لے گئے تو شیخ ایمن مروتی اور شیخ بلہ مدین نیاز مندانہ حاضر ہوئے اور آپ کے دست مبارک سے خیر پہنچے۔ شیخ ابو نصر یسقطی فرماتے ہیں: جناب شیخ حضرت معروفؒ کو کئی کے مزار پر گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا سلام کے بعد فرمایا ”اے شیخ معروف! آپ ام سے آئید رو رہ آگے ہیں۔“ پھر ایک عرصہ کے بعد دوبارہ گئے تو فرمایا۔ اے شیخ معروف! السلام علیک آپ ام سے دور رہے آگے بڑھ گئے ہیں۔ شیخ

۱۔ اصلی عربی الفاظ ملحد ہیں۔ ”یا یونہی ملحدہ الشیخ عبد القادر وحی اللہ صہ ویکسود

معروف کی قبر سے آواز آئی۔ ”وعلیک السلام یا سید اعلیٰ الثرمان“ اے وقت کے سردار تم پر سلامتی: (۱)

مناقبہ اور تربیت مصوفیاء

”علمی زندگی“ کی تفصیلات میں سرکار غوثیت مآب کے مدرسے کا ذکر گزرا چکا ہے۔ مگر اس باب میں بھی یہ عرض کرنا ہے کہ یہ مدرسہ طلباء کا درالعلوم ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و تقصوف کی بہت بڑی تربیت گاہ بھی تھا۔ ”علمی زندگی“ کے بیان میں آپ اسے مدرسہ کہہ نہیں سکتے مگر روحانی زندگی کے ذکر میں اسے صوفیاء کی خانقاہ کہیں، مآب ہے کہ فقر اور صوفیاء کی جماعتوں کی جماعتیں آپ کے ہاں نہ پر تربیت رہتی تھیں۔ بہت سے اولیاء اور مشائخ اپنے علاقوں سے وقتاً فوقتاً حاضر خدمت ہوتے، بیٹھتے۔ جن میں زریہ ان، خیرولہن، بادشاہ، موصل، عراق عرب، عراق عجم اور سرزمین شام تک کے لوگ شامل نظر آتے ہیں۔

پیشوا کی

اولیاء کی سرداری اور پیشوائی کا جو مرتبہ علیا آپ کو مرحمت ہوا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن آپ نے بغداد میں اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ”بعض قتالی میرا قدم اولیاء کے کندھوں پر ہے۔“ جو مجلس میں حاضر ہونے والے شیعوں میں مشائخ نے اٹھ کر آپ کا قدم مبارک اپنے کندھوں پر لے لیا۔ جن میں شیخ ابو العجیب عبدالقادر اور شیخ شہاب الدین سہروردی جیسے ایمان وقت کی مشائخ تھے۔ علاوہ انہیں دور دور کے علاقوں کے اولیاء نے اپنے اپنے مقامات پر اسی وقت گردنیں جھکا کر سرکار بغداد اس کے سلطان کو تسلیم کیا۔ چنانچہ شیخ حیات بن قیس حرائی، خرائن میں جنک

مئے۔ شیخ ابو عبدین مغربہ میں، شیخ عبدالرحیم قاسم، شیخ عدی بن سافریاس میں، شیخ
سویہ مختار میں، شیخ احمد بن رفاعی ام عبیدہ میں، شیخ عبدالملک طلسوچ میں اور شیخ محمد بن
موسیٰ البصرہ میں سر تسلیم خم ہو گئے۔

اسی طرح بلاد افغانی کے تین سو تیرہ داولیاؤں نے اس فرمان کے احترام میں اپنے سر جو کاٹے۔ یعنی ۲۰ داولیا، عراق عرب میں ۳۰ عراق عجم میں ۱۷۰۰ عراق شریطن میں، ۳۰۰ شام میں ۲۰۰ مصر میں ۲۰ مغرب میں ۲۳۰۰ یمن میں ۱۱۰ حبشہ میں ۷۰۰ سندھ و گجرات میں ۷۰۰ سرانند میں ۷۰۰ جبل قاف میں اور ۳۵۰ جزائر بحر ہند میں، چھین لیاں جو کاٹے۔
والوں میں شامل تھے۔ (۱)

سلاسل اربعہ کے لئے منبع فیض

یہ حضرات طریقت کے مسائل چار ہیں مگر ان سب کے لئے شیخ انصاف، آپ کی کا آستانہ ہے۔ چنانچہ سہروردی، چشتی اور نقشبندی کے مسائل کے مرکزی پیشواؤں نے حضرت غوث مہدویؒ کے بارے میں جن جن احساسات کا اظہار فرمایا ہے، ان کی چند جگہاں ملاحظہ ہو۔

۱۔ مرزا تاجا جہاں لہو سے مراد الساسی نے اس واقعہ کی طرف اپنا اشارہ فرمایا ہے۔

سر پر قدمت پہلے لہاؤں اور اُلقہ

تَاللهِ لَقَدْ كَرِهَ اللهُ عَلَيْهِمَا

ترجمہ: اے امام! لایا، تمام اولیاء علیہ السلام کے مبارک قدموں میں بیٹھ کر دعا کرو کہ دنیا اور جہنم کو تو بچا کر اسی بات سمجھنے لگے جو جو سلف علیہ السلام کے ہوا، میرا دل اس کی کبھی کبھی کبھی یعنی خدا کی قسم "تھلا" ہے آپ کو ہم سب میں نصرت دے دے۔ حاجی علیہ الرحمۃ کی اس شفقت کا ہم شعر ہے۔

و صفت توحید گوئیم سر تحریف انقلاب

محبوبِ مہمانِ اکبر، حسن، آلِ حسینؑ

(51)

شیخ شہاب الدین سہروردی (۲) اپنی طریقہ سہروردیہ ارشد فرماتے ہیں مجھے عہد
علم میں فلسفہ و کلام سے اتنا زور شغف تھا۔ میرے بچپن میں شہاب الدین مجھے شیخ عبدالقادر
جلانی کی خدمت میں لے گئے اور کہا: ”لو کہ فلسفیات“ ”کو شکست چھوڑ دلو۔ اس پر شہاب
نے مجھے آگے بلایا اور پوچھا: کیا ان کی کتابیں پڑھ لی ہیں؟ اس کے بعد کا واقعہ خود ان
کے الفاظ میں سنئے:

پس آپ نے اپنا تھوڑا سا حصہ میرے لیے چھوڑا۔
 چنانچہ جو کچھ تھا اٹھا کر مجھے اس قدر کھرب
 سے ایک تھوڑی سی رو رو تھا۔ لیکن خدا نے
 میرے لیے اس علم پر مہم جو کر دیے۔

بعد ازاں علی صدیقی، فوالہ لما
 عنہما لا احفظ من تلك الكتب
 المقتطفة..... ولكن وافر الله في
 صدري العلم اللبني

حضرت خواجہ ہشت (۱) کی آپ سے عقیدت مندی کا یہ عالم ہے کہ جناب کے رشاد "قدی پڑا علی رتبہ کل" والی آیت مفسر کر کہا "مصل علی حدیثہ یعنی" یعنی آپ کا قدم ہمارے گریز میری آنکھوں کی جلیوں پر ہے۔" (نکات الانبیاء)

فکشدنی طریق کے رام نما قطب ربانی مجدد الف ثانی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اپنے حواری مکتوب میں فرماتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان کی عقیدت انہیں لادخاؤ کی درجہ کی عبادت سے بھی ناخبر ہے۔ ﴿تَبَارَكَ﴾ کہ شہاب الدین محمد بن وردی فرمود است : کان لا یستخ عبد اللہ و سلطان المغرب فی العصر فلی فی ما رجو علی الفیض و یکتب لہ الذی السیولہ من اللہ فی العصر فلی الذی اللہ فی بلد النعمہ۔ (صفحہ ۱۶)

۱۔ بزرگ شہاب الدین مرصہ روزی نے فرمایا ہے کہ حضرت شیخ القادر فریاتی کے ارشاد نقل شدہ میں متصرف تھو در قدرت و کرامت میں آپ کو عظیم درجہ حاصل ہے۔
۲۔ خواجہ طرب بنوادی نے حضور کی شانہ شامی کے لئے لکھے ہیں: شیخ مرصہ فرماتے ہیں کہ قطعاً صہب ذیل ہے۔
یا علی عظیم ہو، خدا اختیار فرما، خدا سلطان عالم القلوب ہے، تیرا جلا جلا ہے خدا
فیہ شہب لہے ہے۔

یہ بھی کہ خدا نے ہم کو مشق دینا کرنا کہم تو شد
شد خواجہ لڑائی کہ تمام تو شد اور طلبہ تسلیم و رضا

(۱۴)

جائے کہ لوہے پر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ رسید۔ چوں قربت ایسا بزرگوار عنہ کا زمانہ آگیا۔ جب آپ کا زمانہ آپ کا رسید۔ وصول فیض و برکات و دریں راہ اب ہر کسی کو راہ (طریقت) کے فیض اب ہر کہ پاشد اثر و تقاب و شہاد و پدلا و تسلا برکات آپ ہی کے ذریعے سے عطا ہوتے شریف و سہ دشمنی اللہ معہوم می شود۔ چہ این خواہ سالین اور انقلاب و بدل میں سے این مرکز غیر اور انیسرہ شہد اینی جاست ہو کیونکہ یہ مقام کسی دوسرے کا نہیں۔ اسی کے فرمودہ

الملت شمس الاولین وشمسنا دوسروں کی روشنیاں ہم ہم ہوئیں، مگر ابداً علی الحق العلی لا تغرب میرا نور شہد بندگی کے آفاق پر ہمیشہ چمکے رہے گا۔

ان حقائق سے معلوم ہو جاوے کہ طریقت کے یہ سلسلے دراصل اُس مشعل کے مانند ہیں جس میں مختلف رنگوں کے شیشے لگے ہیں مگر روشنی کا مرکز ایک ہی ہے اور وہ مرکز نور ہندو کا خود شہد رویشاں ہے۔

تبلیغی زندگی

اس باب میں ہم سرکار قوسیت پنہ کی دینی خدمات کے اس حصے کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق تبلیغ و دعوت سے ہے۔ یہ اس کتاب کا آخری باب ہے اور یہی ہمارا ہم ترین بحث ہے۔ کیونکہ اسلام میں اخلاص و درجہ کی عظمت و مقبولیت کا دوازمی دین تبلیغی اور اجتماعی خدمات میں مظہر ہو جاتا ہے۔

جب ہم حضرت شیخی زندگی کو ایک مبلغ دوا کی حیثیت سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا قدرت نے اس مبارک زندگی کو خاص اسی کام کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ کیونکہ اس زندگی کے گوشوں میں وہ تمام صلاحیتیں اور خصوصیتیں بدرجہ اتم جمع کر دی گئی تھیں جو ایک کامل دوا کی کہلنے ضروری ہوتی ہیں۔ آپ کی مجلس و عطا، آپ کے اسلوب بیان، آپ کے خطبات و مقام اور آپ کے کام کے اثرات و نتائج، غرض اس ضمن کی جس چیز پر نظر ڈالئے نہ اس میں عابد سے متصف نظر آتی ہے۔

مجلس و عطا کی خصوصیات

ایک مرتبہ حضرت شیخ نے عمر بن حبیب بن علی سے فرمایا، میری مجلس و عطا سے غیر حاضر نہ ہو اگر ہو کہ یہاں روحانی برکات کی غلغلہ تہنیم ہو آ کر رہے ہیں۔ شیخ عمر بن علی کہتے ہیں اس بات کو ایک رات گزر گئی اور ایک دن میں آپ کے عطا کے دوران میں اور اوتھ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے سرخ رنگ کی چمکی ہوئی طلحیں اتر رہی ہیں اور اہل مجلس کو مل رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں چاکناک چو تکبہ میلا۔ اُنکھ سہلی تو بتی چاہا کہ

سب اہل مجلس کو مطلع کروں مگر شیخ نے منع فرمادیا۔

شیخ ابو سعید قلیوی عراقی کے انقلاب میں تھے۔ بغداد کے قریب قلیویہ بہتی تھی اور بندہ ایشی جناب شیخ کے مواعظ سننے کے لئے اکثر آیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے کئی مرتبہ آپ کی مجلس و عطا پر انبیاء کرام کے انوار اور بعض اوقات جناب رسالت مآب سید الانبیاء علیہ السلام کا نور بھی چمکا ہوا دیکھا ہے۔ (۱)

دور الین و عطا کرامات

جب آپ سند ارشاد پر مستلکین ہوتے قوت قدسیہ کی تائیدات ساتھ شامل ہوتیں اور بعض اوقات عجیب امور ظہور پزیر ہوتے۔ ۵۵۲۹ھ میں اندلس سے چل کر ایک شخص آپ کی مجلس و عطا میں پہنچا، آپ کا عطا سنا، جبر طلی کی شان دیکھ کر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش جناب شیخ فلاں مسائل پر اظہار خیال فرمائیں تاکہ آپ کی تحقیقات سے میرے شبہات دور ہو جائیں۔ جو شخص اس کے دل میں خیال پیدا ہوا جناب شیخ نے قلمی تصرف سے معلوم کر لیا اور فی الفور انہی مسائل پر انکی جامع تقریر کر دی جس سے اس شخص کی تکلیف ہو گئی۔

۱۔ دیکھئے الارواح ۴۳ (کتاب) اکثر شیخ عبدالحی محمد بن علی مدتی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔۔۔

”حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بغداد میں فرمودے سے انبیاء و ائمہ (۳۱) ملحق ہو کر مدینہ علیہ السلام اور مدینہ حضرت کی تربیت اور تائید کے لئے بھی فرماتے تھے۔ نیز فرماتے تھے۔

”میں نے انبیاء و ائمہ کو اس واسطے فرمایا کہ وہ ان کے علم و فضل سے لوگوں کو تعلیم دے سکیں۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضور کو کائنات سید مودتہ رسالت علیہ السلام ہو کر اہل کائنات کی تائید و تائید فرماتے تھے۔ ان کا کمال و عظمت تھا۔ ان کی تائید و تائید فرماتے تھے۔ ان کی تائید و تائید فرماتے تھے۔ ان کی تائید و تائید فرماتے تھے۔

ایک دن جب کہ آپ ایک بہت بڑے اجتماع میں وعظ کہہ رہے تھے ایک دم ابرہہ نے آپ کی طرف دیکھا تھا کہ فرمایا۔ ہاں میں ایشی خلق خدا کو کہ خدا کے لئے جمع کرتا ہوں اور تو مختصر کرتا چاہتا ہے۔ راوی لکھتا ہے یہ کہنا تھا کہ بارش بند ہو گئی۔ ان روایات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دور ان خطاب آپ کی معنوی اور قلبی کیفیات کس قدر نمود ہوتی تھیں اور تائید ہیرو کی کس طرح شامل حال ہوتی تھی۔

خطیبانہ خصوصیات

اگر ہم آپ کے روحانی و دینی مقام سے قطع نظر کرتے ہوئے آپ کو محض ایک خطیب کی حیثیت سے دیکھیں تو بھی اپنی اعتبار سے آپ ایک بلند پایہ خطیب تسلیم کئے جائیں گے۔ قدرت نے آواز ایسی بلند اور بھرپور عطا کی تھی جو ہزار ہا کے مجمع میں دور اور نزدیک سے یکساں سنی جاتی تھی۔ سینہ کشادہ تھا۔ پیشانی چوڑی اور بلند تھی۔ ڈالھی تھکی اور پھیلی ہوئی تھی۔ آگاہیں سیاہ اور چمکیلی تھیں۔ چنانچہ جب میر پر پہنچے جاتے تو اہل مجلس پر مٹا چھا جاتا اور جب گفتگو شروع کر دیتے تو ایک ایک لفظ توجہ کے ساتھ سنا جاتا۔ آپ کا انداز بیان بھی بہت سی خوبیوں پر مشتمل تھا۔ تشبیہات، تشبیکات اور استعارات بھی استعمال فرماتے۔ مضمون بلند ہوئے کے باوجود ارشاد پزیر اور موثر ہوتا تھا کہ راست چلتے ہوئے لوگ کھڑے ہو جاتے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ ”حقائق عالیہ کو وعظ کے رنگ میں لاکر بیان کرنے میں آپ کو بڑا کمال حاصل تھا۔“

تقریر کی حالت میں آپ کی قلبی طراوت اور استقلال کا عالم ہوتا تھا کہ ایک مرتبہ روزانہ تقریر میں چھت سے ایک سانپ کے انور آپ کی گردن میں لپٹ گیا۔ شیخ احمد بن صالح جنبل اس واقعے کے راوی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حاضرین پر ہراس غاری ہو گیا

کہ مبادا کوئی گزند نہ پہنچے مگر آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور اپنی جگہ سے حرکت نہ
قربانی۔ اتفاق دیکھئے کہ وہ تقریر میں آپ فقہیہ کے مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔

ایک طلبہ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عوام میں مقبول اور ہر و عمریز ہو تاکہ
اس کی باتوں کو محبت اور دلچسپی سے سنا جائے۔ حضرت شیخ کی مجاہدیت کا اندازہ یہاں
سے ہو سکتا ہے کہ اگر آپ سفر پر جاتے تو جس بستی میں بلکہ جنگل میں قیام کرتے غلطی
خدا قرط عتیدت سے جمع ہو جاتی اور وہ پہلوں میں پہل پہل کے سے بندھ جاتے۔
بغداد میں جب بازار کی طرف نکلنے تو امیر و غریب استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے۔

شہر میں جن مقامات پر وہ خطبہ کی مجلس منعقد ہوتی تھی وہ زبان زد عام و خاص ہو چکے
تھے۔ لوگوں کو جگہ اور پروگرام کا علم ہوتا تھا اور وقت مقررہ پر ہزار ہا کی تعداد میں لوگ
کچھ چلے آتے تھے۔

خصوصیات و عطا

آپ کے سیاحت کی عجیب ترین خصوصیت یہ تھی کہ ہر نشست کی گفتگو پر ایک
وقت عوام اور غرامی (علاء و صوفیاء) ہر دو طبقوں کے لئے قابل فہم اور سوزوں و
مناسب ہوتی۔ علاء کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ چار سو کی تعداد میں ایسے اہل علم ہر
مجلس میں شریک ہوتے جو آپ کا ایک ایک کلمہ لیتے تھے اور علامہ: الناس پر تاثیر کی
یہ کیفیت ہوتی تھی کہ وہ بے خود ہو جاتے۔ آغاز میں ایک محلہ میں وہ خطبہ کی ابتداء کی
تھی مگر عوام کے بڑھتے ہوئے اجتماعات کے پیش نظر شہر کی عید گاہ میں مجلس کا انعقاد
ہونے لگا اور پھر شہر کے مختلف مقامات میں بدست وار محفوں کا سلسلہ جاری کرنا پڑا۔ یہ
سب باتیں عوام میں آپ کے موعاظ کی دلچسپی اور مجاہدیت کی کوئی دلیل ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ہم دیکھتے ہیں کہ اولیاء اور صوفیاء بھی آپ کے وعظوں میں
بکثرت موجود ہوتے۔ کیفیت یہ تھی کہ عراق کے دوسرے شہروں سے کئی صوفیاء سفر

کے مجلس و ملا میں حاضر ہوتے۔ چنانچہ شیخ علی ہیکتی زہران کی بستی سے مجلس کر آیا
گئے تھے۔ علاوہ الایں قبیلہ یہ، نہر ملک، نہر وان، موصل، یعقوب اور پاوان جیسے مقامات
سے آکر پشتر اہل اللہ حاضر مجلس ہوتے۔

مجلس و وعظ میں مشائخ

ایک روایت کے مطابق آپ کی ایک مجلس میں مندرجہ ذیل مشائخ اور صوفیاء
ہر جوتھے۔

شیخ ابو الجہیب عبدالقادر سہروردی

شیخ ابو سعید قلیوادی

شیخ ابو العباس احمد جرجانی

شیخ ابو محمد عبدالرحمن حریری

شیخ عثمان طریغی

شیخ عیاد البواب

شیخ ابو بکر جمالی

شیخ ابو محمد علی یعقوبی

شیخ ابو حصین غزالی

شیخ ابو حکیم بن ابراہیم نہروانی

شیخ مکرم الامام اکبر

شیخ جاکیر

شیخ صدقہ بن محمد بغدادی

شیخ ضیاء الدین ابراہیم جلی

و موضوع

جناب شیخ کے مواعظ میں جن موضوعات کا بہ کثرت ذکر کیا جاتا ہے وہ تقریباً یہ ہیں:
(۱) توحید۔ اسلام کی صداقت و حقانیت (۲) تقصوف اور روحانیت
(۳) اجتماع سنت اور اجماع صحابہ (۴) تقدیر و توفیق
آپ کے اختیار کردہ یہ عنوانات بھی محض ذوق یا اکتاف نہ تھے بلکہ غور کرنے سے
معلوم ہو گا کہ یہ امور اس عہد میں اسلام کی اشاعت و حفاظت کے تقاضوں کے عین
مطابق تھے۔

اسلامی تعلیمات کا زوال

تاریخی اعتبار سے پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کا زمانہ اسلامی تعلیمات کے زوال
و انحطاط کا دور تھا۔ اموی اور عباسی خلفاء کے ابتدائی سلسلے نے دگر علوم اور زبانوں کا
ترجیح عربی میں منتقل کرنے کی جو مہم شروع کی تھی وہ اول نظر میں علم اور دانش کی
خدمت سمجھی جاتی رہی۔ چنانچہ مسلمان فضلا اس کام میں پوری کوشش سے مصروف
ہو گئے لیکن اس کا لازمی نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کے ذہنی قدردان عقلیت پسند
سے متاثر ہونے لگے اور اسلامی اعتقادات میں خدمت کا دور شروع ہو گیا۔

عقلیت پسند محضہ (۱)

عقلیت پسند محضہ کی یہ تحریک مذکورہ صدیوں میں اپنے عروج پر تھی۔ لیکن باعث ہے کہ
تیز اسلام غزالی اس کا رد عمل بن کر اس دور میں ظاہر ہوئے۔

۱۔ عقلیت پسند محضہ سے ایمان و غیر خدا سے جس میں عقل اور نہ کمال کو تسلیم کر لیا جائے اور نہ ہی جو
کی ادایت کو در خواست نہ سمجھا جائے۔ مسلمانوں میں جب یہ رجحان پیدا ہوتا ہے تو اس سے ہمارے معاشرے
میں دو فوٹو (۱) ابھرتے ہیں جو دینی اور نبوت کے ساتھ دلچسپی پر غم غموں کو جنم دیتے ہیں (۲) کوکب

شیخ ابو عبد اللہ محمد ربیع قرشی
شیخ ابو عبد اللہ محمد موسیٰ
شیخ ابو عبد اللہ عراقی الحارثی
شیخ ابو العباس احمد قرشی
شیخ سلطان بن احمد مرسین
شیخ ابو العباس احمد بن الامام
شیخ مبارک بن علی جمیلی
شیخ عبدالقادر ابن حسن ہندووی
شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی المعالی
شیخ شہاب الدین عمر سرحدوی
شیخ عثمان بن مرقوق بطنی
شیخ ابو العباس احمد ربیع
شیخ ابو
شیخ عثمان بن احمد عراقی
شیخ ابو بکر بن عبد الحمید حصینی
شیخ ابو محمد بن عیسیٰ کوکبی
شیخ ابو البرکات ابن سعدان عراقی
شیخ ابو اسود احمد بن ابی بکر حزی عطار
شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود بزاز
شیخ محمد بن عثمان لعل

ان علیل القدر صوفیاء کی شرکت سے یہ خوبی اندازہ لگا جا سکتا ہے کہ آپ کے
خطبات کسی قدر مشائخ عالیہ پر مشتمل دے تھے اور ان میں شریعت و طریقت
و معرفت کے کسی کیسے جتنی مسائل بیان ہوتے ہوں گے۔ ورنہ ایک عام قسم کے وعظ
میں صوفیاء کا شریک ہونا سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ لیکن دوسری طرف دیکھتے ہیں تو عوام
بھی بڑ بڑا کی اعدا میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں اور پھر محض بیعتنا نہیں بلکہ ان کی
زندگیاں بدل دی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ہر کیفیت ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آپ کے
مواعظ میں اصل مضمون آستانہ پائے ہوتا تھا کہ علماء اور صوفیاء اس کے محتاج تھے مگر
زبان داغ انداز بیان اتنا سادہ اور درود مندانه ہوتا تھا کہ عوام کے قلوب و ذہن پر بھی
گہرے اثرات پڑتے تھے اور فن خطابت کا یہ انتہائی کمال ہے کہ خطیب کی بات سے
لوگوں کا ہر طبقہ مستفید ہوتا ہو۔

عیسائیت

اس کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس وقت اسلامی خلافت دومہ ذوالہجور ہی تھی اور سیاسی و مسلطی کمزوری کے سبب سے عیسائیت اسلام پر حملہ آور ہو گئی تھی۔ اس طرح علمی فکری اور معاشرتی طور پر اسلامی دنیا میں عیسائیت کے بڑھ رہے تھے اور اسلام کے لئے یہ ایک بڑا درست خطرہ تھا۔

شیعی تعصب

اس دور کی تیسری چیز یہ تھی کہ بعض ناخوابگ اندیش لوگوں کے غلط طرز عمل سے شیعی تعصب کے غلط رجحانات روز بروز پکڑتے جا رہے تھے اور بالآخر اسی خفاخار نے عباسی خلافت کو قبر کے کنارے تک پہنچا دیا۔

ان مذکورہ عقلی و مذہبی فتنوں کے ساتھ لازمی طور پر مسلمانوں میں بے یقینی اور بے عملی پھیل رہی تھی جو فسق و فجور کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اس وضاحت سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اس دور میں اسلام اور مسلمانوں کو مذکورہ چار بڑے خطرات سے واسطہ پڑ رہا تھا۔ جن کو مختصر اپنی شار کیجیے:-

(۱) عیسائیت (۲) فلسفہ یونان اور عقلیت (۳) شیعی تعصب (۴) فسق و فجور کی لہر۔
اب حضرت شیخ غوثیت صاحب کی تقریروں کے موضوعات پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ آپ کے ذہن عالی نے ان تمام فتنوں کا کیسی ہالغ نظری کے ساتھ مطالعہ کر لیا تھا اور ان کے مقابلے کے لئے کیسے جامع اور مطلق ضرورت مضمون کے باقیہ تبلیغ کا کام شروع کیا تھا!

۱۔ عیسائیت کے معتدات کو ٹھکست دینے کے لئے آپ توحید کے مسئلے کی وضاحت فرماتے اور اسلام کی سچائی کو ثابت کرتے۔ آپ کے بعض خطبات میں حضرت نصر

علیہ السلام سے منکال پایا جاتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں۔

”اے اسرائیلی بزرگ طہر جاندار! اس محمدی کی باتیں بھی سن لو۔“

حضرت خضر کی اہل روحانیت کے پاس جو حیثیت ہے اس کے علاوہ غالب ممکن یہ ہے کہ یہاں تبلیغی اجتہاد سے ”خضر“ اہل کتاب کے دشمنی کی حیثیت سے مخاطب ہوں اور اس خطاب کی وساطت سے دراصل جملہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو چیلنج محمدی ملتان مقصود ہے۔ ”اسرائیلی“ اور ”محمدی“ کے الفاظ اس ملبوم کی حرف واضح اشارہ کر رہے ہیں۔

۲۔ یونانی فلسفے اور عقل پسندی کی تحریک کے پیش نظر آپ نے روحانیت اسلام پر کے اصول پیش کئے اور اس تحریک کا فطری علاج یہی ہے کیونکہ عقل کے مقابلے میں جب وجدان کے حقائق پیش کئے جاتے ہیں تو ”عقل“ محض کی حیثیت صرف ”چراغ خاموش“ کی رہ جاتی ہے اور انسان کو اپنے عروج کی منزل مقام وجدان پر نظر آئے لگتی ہے۔ ایم فراہمی گواہدیت تک تک فلسفے کا جواب قسطنطین سے دیتے رہے۔ چنانچہ ”تہذیب انقلاب“ اس دور کی یادگار ہے مگر باقر خان کو بھی اسی راوی کی طرف مائل ہونا پڑا جسے جناب شیخ ابداء ہی سے اختیار کئے ہوئے تھے۔ فقہ و تصوف اور نبوت و ولایت کی جو بحث آپ کے ارشادات میں پائی جاتی ہے وہ اسی شعبے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

۳۔ تیسری چیز شیعی تعصب کے وہ غیر صحت مندانہ رجحانات تھے جن کی بنیاد انکار صحابہ پر رکھی گئی ہے اور نتیجہ کے طور پر اس میں سنت نبوی کا انکار بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے کے لئے آپ نے اصل بنیاد ”سنت“ یعنی امتیاز پر زور دیا اور اس کے ساتھ ہی صحابہ و رسول کی کدر کے اپنے خطبوں کو آراء تک۔ تقریر کے علاوہ آپ کے دوسرے لکچر میں بھی صحابہ کرام کی بہت شان بیان کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ ”مختصر الطائین“ کے اکثر مقالات پر ان شہادت کا دل ازلہ فرمایا ہے جو حضرت

ابھر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام پر وارد کئے جاتے ہیں۔ آپ قریباً کرتے تھے کہ کوئی ایسی خواہ مخواہ متبادل و مقرب کیوں نہ ہو جائے، ایک اہل صحابی کی گردن یا گھٹن پہنچ سکتا۔ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہت سے شہر صاحب ہو چکا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ شہید حضرات کا ایک گروہ مجلس ہی میں مشرب ہوا اسلام ہو گیا۔

۳۔ فشق و صیال کے سیلاب کا علاج آپ نے تقویٰ و ورع، تزکیہ اور خوف خدا کی تعلیم و تلقین سے کیا۔ لوگوں کو نفس کی شرارتوں سے مطلع کرتے اور اس کے وسوسوں سے بچنے کی راہیں بتلاتے۔ ایسی آیات قرآنی بکثرت اپنی تقریر میں لاتے جن کے مفہم لوگوں کے دلوں میں ڈھیر آ کر پڑے ہیں اور خدا کی طرف رجوع لانے کا چناؤ ابھرتا ہے۔ تقریباً ہر خطبہ ایسی ہی کیفیات کا حامل ہوتا تھا۔ ذیل کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ اس میں تاثیر کی گہرائی اور خطابت کی شان دونوں چیزیں نظر آتی ہیں۔

”اے انسان امانک حقیقی سے ڈر۔ جو شخص صدقہ دل سے پرہیزگاری اختیار کرتا ہے وہ ماسوا کی بری ہو جاتا ہے۔ لوگو! ایسی باتوں کا رد و نمائش کرو جو تم میں نہیں ہو تھیں۔ جب تک نفس کی کدورتیں نہیں نہیں دل کی کدورت نہیں مٹ سکتی۔ جب تک نفس مصیبت اصحاب کلمہ کے سینے کی طرح رضاء الہی کے دروازے پر نہ بیٹھ جائے دل میں ہرگز ہرگز صفائی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اور جب کامل صفائی (طہانیت قلب) پیدا ہو جائے گی اس وقت یَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُنْتَظِرَةُ اِلٰی جَنَّتِ زَاجِحَةٌ مُّزَيَّنَةٌ اے مطمئن جان! اپنے پروردگار کے دربار کی طرف خوش و غرم آ جا۔“ کی روح پرورد خدا آئے گی۔ اس وقت اس کی عظمت

و جلال کا، شاید وہو گا۔ اور میرے کالوں میں ”یَا غَفُورُ یَا غَفُورُ“ اُٹھ لی وَاغافلُ۔ اے میرے بندے تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ کہ خطاب چاہ فرما۔ سنائی دے رہے تھے گا۔“

مغفون اور موضوع کے لی اظ سے آپ کے خطبات کی جو حیثیت یہاں بیان کی گئی ہے یہ ان لوگوں کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوگی، جو آپ کے خطبات اور مواظک کو تعمیل مطابقت کریں۔ اور ایک سمجھدار فلاحی دور اور مطالعہ اس حقیقت کا ضرور احترام کرے گا کہ تقدیر کا یہ ذخیرہ و موثر مفید، علمی اور فنی ہونے کی وجہ سے اسلامی لٹریچر میں انتہائی ممتاز مقام کا حامل ہے۔ اور اس کی افادیت آج بھی وہی اسی ہے جیسی کہ پہلی صدی ہجری میں تھی۔ (۱)

اثرات تبلیغ

ایک سلف کی کوششوں کی قدر و قیمت جاننے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کے ماحول میں اس کے کام کے نتائج کیا ہیں۔ کیونکہ کامیاب تبلیغ ماحول کے ساتھ کو بہل دینے کا نام ہے۔ نہ کہ صرف کہنے کہنے کا۔ اور اس لحاظ سے حضرت شیخ کا تبلیغی کام بہت اونچا مقام رکھتا ہے۔ آپ کے سیرت نگاروں کا حقیقہ بیان ہے کہ آپ کو کوئی وعظ بھی کامیاب اور گہرے اثرات سے خالی نہ ہوا تھا۔ ہر مجلس میں لوگوں پر رجوع و تائبیت کی ایسی کیفیت جاری ہوتی کہ وہ نوپے چمکاتے، اپنی تاریک زندگیوں

۱۔ مجھے اعتراف کرنا چاہیے کہ اس کتاب کے کچھ داغی کے قلم نگاروں میں آپ کے خطبات پر سیر حاصل نہ ہو سکی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ سادہ و سادہ اور مغفون کے جن گوشوں کی طرف یہاں متذکرہ کے لئے جن کی تلمیذ و وضاحت کے لئے خطبات کے متن و افہامیہ دور کے خطبات کے لئے آپ کے تمام مواظک کا انتخاب و رتبہ لایا گیا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لئے ایک طویل امرت اور طویل تہذیب کی ضرورت ہے۔ جس میں آپ کی تقریر اور تحریر پر وسیع نظر ڈال جائے اور آپ کی ساری تعلیمات کا ایک خاص سامنے لیا جائے۔ مگر اس کام کے لئے سرمدت (دعوت میاں میں ہوگی۔ گو کہ)

ہر نام ہوئے اور اٹھ کر اپنی قہر کا اعلان کرے۔
 مجلس و عہد کی شہرت اور شہزادوں کی خبریں سن کر دودھور سے ہر نہ ہو و ملت
 کے افراد سننے کے لئے آتے۔ یہ سانی، یہودی، مجوسی، مازہ پرست، عیسیٰ پرست، اٹھ
 اور ہر دین کے خورشید ہر کتب کے لوگ کچھ چلے آتے۔ ان میں سے کوئی امتحان اور
 آزمائش کی نیت سے آتا اور کوئی تقریر و مسئلہ کے طور پر۔ مگر جو مجلس میں پہنچ جاتا اور
 اسامی دیا کے اس عظیم دایہ وقت کا دل اور پرچہ نہ خطاب من کر مہودت ہو کر رہا
 جاتا اور اثر کا کچھ نہ کچھ ضرور لے لے تا۔ اس طرح دوسرے خطاویب کے بہت سے
 لوگ مجلس و عہد میں آکر مشرف بہ اسلام ہو جاتے۔

بلاد مغرب سے مسلمانوں کا ایک گروہ تلاش حق کے لئے چلا۔ ان کو بتایا گیا کہ
 تبار آگاہ بر مقصود بغداد میں ہے۔ چنانچہ وہ بغداد میں آکر، آپ کی مجلس و عہد میں حاضر
 ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ لیکن کا ایک راہب ایک دنیا مجلس میں آکر کہنے لگا، میں
 صد اہت کا آرزو مند تھا مگر منزل نہ ملتی تھی۔ آخر ایک پکاڑے والے نے پکار کر کہا، تم
 عراق جاؤ اور شیخ عبد القادر جیلانی کے ہاتھ پر اسلام لاؤ۔

جو ایمان لائے

مشرف بہ اسلام ہونے والوں کا یہ سلسلہ آپ کے زمانہ تبلیغ میں ہمیشہ جاری رہا۔
 شیخ طہطاوی کا حوالہ اندازہ ہے کہ صرف یہودیوں اور عیسائیوں سے پانچ سو سے زائد
 لوگ مسلمان ہوئے تھے۔

شیعی انتہا پرستوں کی ضد بازی بھی عیسیٰ کا بل اصلاح تھی۔ مگر آپ کی
 مہفل میں کئی شیعہ بھی تائب ہو کر اہل سنت کے مسک میں داخل ہوئے۔ پیچہ
 الاسرار "میں شیعوں کی ایک جماعت کا واقعہ درج ہے۔ کہ وہ مجلس و عہد میں آئے اور
 آپ کی ایک کرامت دیکھ کر اپنے مسک سے تائب ہو گئے۔ مگر اس عہد میں سیاسی

نیت سے شیعیت کو ابھارا جا رہا تھا۔ مگر آپ کے سلسلہ تبلیغ سے یہ بڑھتا ہوا زور
 بہت حد تک ختم کیا۔ چنانچہ صاحب "طبقات" نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ "آپ
 سے اہل سنت کو بہت تقریت اور تائب حاصل ہوئی۔
 جو تائب ہوئے

فلس و بخور میں ڈوبے ہوئے لوگ بھی مشکل ہی سے مدحر کرتے ہیں۔ مگر کس
 قدر حیرت کی بات ہے کہ آپ کی تبلیغ سے ایک لاکھ زعمانیان رلاہ راست پر آ گئے۔
 اور ان میں سے بیشتر صالحین کے طبقے میں داخل ہو گئے۔ یعنی یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ
 آپ فی احوال کو اپنے فیض نظر سے لاکھ روپا رہا ماننا ہیہ تھے۔

اد پر کی سطور میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ سورنہن کے قیاط اور محد و اندازوں
 کے مطابق ہیں۔ دیکھیں اگر خود کیا جائے تو آپ کی تبلیغ نے اسلامی تاریخ میں اشاعت
 دین کا ایک شاندار باب کھولا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اثرات صرف بغداد یا
 عراق تک محدود نہ تھے بلکہ آپ کا کام عالمگیر حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ کیونکہ اول تو
 آپ کے ذاتی علوم و فضل اور روحانی کشش نے ساری اسلامی دنیا میں آپ کو مصروف بنا
 دیا تھا۔ اور چنانچہ بغداد کی بہت سی اہم عہد میں اقوام عالم کے جموعی محاضرے کا مرکز تھی۔

اور پھر اس بہت سی آپ کے اجتماعات و عہد، جو بڑے بڑے چلک مقامات پر منعقد ہوا
 کرتے تھے۔ جن میں سے ہر اجتماع تقریباً لاکھ کی تعداد پر مشتمل ہوا تھا۔ اور اقوام اقوام
 و ملل کے افراد موجود ہوتے تھے۔ یہاں سے خود بخود اندازہ ہو سکتا ہے کہ دنیا میں آپ
 کی برکات تبلیغ کی لہر میں کسی عقیدت کے ساتھ پھیلی ہوں گی۔ جب کہ یہ سلسلہ سالہا
 سال تک متواتر جاری رہا تھا۔ اور ایک خاص موثر حقیقت یہ تھی کہ عوام میں، خواص
 میں، ملہ میں، صوفیاء میں اور امرا و سلاطین میں آپ کو جو عزت و عقیدت اور ہیبت
 حاصل تھی وہ آپ کے موعظہ کی حیثیت کو بہت بیش قیمت اور بڑا بڑا بناتی تھی۔ کہیں

ایک عام واقعہ کا کچھ کہنا اور کہیں ایک مفتر ذمہ دار کا مہر تبلیغ سے دین کا
پیغام پہنچانا۔۔۔ ذرا غور کیجئے ایسی شخصیت کا جس کے وہ بڑے وقت کے رہنما
تھکتے تھے، جس کی مقبولیت اور مرجعیت عالمگیر تھی، جس کے کلمات پر ساری اسلامی
دنیا کبھی جلی آتی تھی، اور جس کے پاس اس کی زندگی کی ساری سبوتیں، ہمت، نصیحتیں، اور
تمام دولتیں موجود تھیں۔ مگر اس کی اپنی اور پچھپیاں یہ تھیں کہ اس کا سارا سارا دنیا
قرآن و حدیث کی تعلیم میں مگرز جاتا۔ پھر کبھی وہ بغداد کی عید گاہ میں اور کبھی اسپتہ
مدرسہ خافتا میں عوام کے اجتماعات کے سامنے "ہل اللہ و قال المرسل" کے تدارک
میں سر مست و سرشار نظر آتا۔۔۔ ایک ایسا شخص کہ حیات دنیا کی رہنمائیاں اس کے
قد سوں تلے ہوں، زمانے کی حکومتیں اس کی بلا تھیں یعنی ہوں اور سارا عالم اسے غرض
عقیدت پیش کرتا ہو۔۔۔۔۔ لیکن وہ اپنی اور اوپر چلتا ہی رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا
کی دلچسپیوں اور لفریہوں سے متاثر نہ ہو۔ اس کی رائے سوز و درد میں اور اس کے دل
تبلیغ و خدمت میں مگرز تے ہوں، اس کی گفتار داس کو گرد، راسخ کا اعلان، اس کا بیٹنا داس
کا سوتا داس کا جاننا غرض پوری کی پوری زندگی تبلیغ و ارشاد ہو۔ ذرا سوچئے کہ دین خدا
کے ایسے متوالے اور پیغام دہسول متانت کے ایسے شیدائی سے کون متاثر ہو گا؟ ان کی
گفتار سے کہتے پھر موم اوٹے ہوں گے۔ ان کی زندگی سے کہتی زندگیاں پار کی جاتی
ہوں گی، ان کی نگاہ سے کہتے بخت بیدار ہوئے ہوں گے اور ان کی نور جنہیں سے کہتے
چرخ جہان گئے ہوں گے۔ اس پر عظمت و استکان کی تفصیل پوچھتے ہو تو بغداد کے
درد و زار سے پوچھو، حلبہ برائے کی کلیوں سے پوچھو، قاضی ابو سعید کے مدرسے کے
مبارکوں سے پوچھو اور اہل تاریخ کے ان ادراف و درمیشاں سے پوچھو۔ جن کو صدیوں
سے غفلت کے غباروں میں چھپا رکھے ہو۔

نوٹ پیچھے کی طرف اسے گردشِ پیام تو

آپ کے کام پر ایک نظر

ان صفحات میں علمی، روحانی اور تبلیغی خدمات کا جو تذکرہ ہوا ہے، اس لحاظ سے ہمیں
حمت میں ڈال دیتا ہے کہ یہ عظیم الشان کام، جو دراصل ایک بڑی جماعت کی منظم
دشمنوں کا نتیجہ ہو سکتا تھا، صرف ایک زندگی کا ایک جہود اور ایک انسان فی عمر سے تعلق
رکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ مدرسے میں منتظر کو طلبہ کو خود بخود رہے ہیں۔ لٹری
دیکھ رہے ہیں، مسائل خود دتا دے ہیں، مذاہن میں صوفیوں کو سلوک کی منزلیں خود دے
گرا رہے ہیں، اخلاقی، آداب، تزکیہ اور تہذیب کی تربیت خود رہے ہیں، مبلغین اور
دانشمن کو فریڈنگ خود دے رہے ہیں، شہر کے مختلف مقامات پر اجتماعات کا انتظام خود کو
دے رہے ہیں اور لاکھوں مخلوق میں بذات خود وعظ فرما رہے ہیں۔ انصاف تو یہ ہے کہ کام کے
شاہوں میں سے ہر شعبہ ایک مستقل ادارے کا منتظم تھا کہ ہے۔ مگر گذشتہ تفصیلات
سے یہ حقیقت روشن ہو چکی ہے کہ یہ سارا انتظام صرف ایک شخصیت سے چل رہا تھا۔

اس عظیم اللہ و کام کی ایک دوسری جھلکی یہ ہے کہ آپ کے دارالعلوم میں چھ سو سے
اوپر طلبہ تعلیم پاتے تھے۔ اگر ہر سال کم از کم دو سو طالب علم بھی سند تکمیل حاصل
تے تھے تو بتیس برس کے عرصے میں کتنے فاضل و مہذب ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح خافتہ
دارالافتاء کا کام بھی اسی عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔ وعظ و تبلیغ کا یہ عالم ہے کہ ہر خطبے میں
قرآن و حدیث مستقل طور پر پیش ہوتے تھے۔ اس طرح ہر سال میں ایک سو چوبیس خطبات
پڑھتے ہیں، جو پچیس سال کے عرصے میں پچھتر ہزار سو پچیس کی تعداد تک پہنچ جاتے ہیں۔
اور دیکھتے ہیں اس مبلغ کے کام کی عقلوں کا، جس نے قوم کو سوا پچھتر ہزار ایسے قیمتی خطبات
دیکھے ہوں جن کو قلم بند کرنے کے لئے چار سو قلم مقرر کر دیئے، اور جس نے ہزار ہا عالم
و مہذب راہبہاں اکبر کے قوم کے دامن کو علم و فضل کے موتیوں سے بھر پور کر دیا ہو۔

قدم قدم پہ کھلائے ہیں گلستانِ تہذیب

ہماری نئی مطبوعات

میلاد رسول اعظم ﷺ

جمال قرب الہی

جمال ذکر الہی

زہد کی حقیقت

مراقبہ کی حقیقت

توبہ کی حقیقت

علم کی حقیقت

تذکرۃ المردوح

تذکرۃ الموت

تذکرۃ القبر

علم و عرفان

عاشورہ

مؤلف :- شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی

مرتبہ :- سید شاہد بخشیری زیدی نقشبندی

مرتبہ :- سید غلام بخشیری زیدی نقشبندی

مؤلف :- حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف :- حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف :- حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف :- حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف :- حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی

مؤلف :- حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی

مؤلف :- حضرت علامہ جلدل الدین سیوطی

مؤلف :- مولانا محمد شریف نقشبندی

مؤلف :- شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی

ضیاء القرائن سبکی یکشنز

داتا گنج بخش روضہ لاہور۔ فون :- 7221953

غیر متلازم کے فریب

مفتی جلال الدین امجدی صاحب



ناشر تحریک اتحاد اہلسنت پاکستان

مکتبہ دارالافتاء
مشکوٰۃ النور

بیت اشرف عالمگیری
دارالافتاء دارالاحیاء
دارالافتاء دارالاحیاء
دارالافتاء دارالاحیاء

ضمیمہ الہی

مکتبہ سیدت سائت جلالین

فیضان القرآن جلی مجلہ لاہور